نواب لطف الدولہ میموریل سیریز نمبر ۱۴

سوانح

چاند بی بی

ملکۂ احمد نگر

(مؤلفہ)

سید احمد اللہ قادری

(مقدمہ)

موسیو ادمون گودار

سابق گورنر فرانسیسی نوآبادیات ہندوستان

و پریزیڈنٹ ہسٹاریکل سوسائٹی فرانسیسی ہندوستان

مصنف کی نظر ثانی، ترمیم و ترقیم اور اصلاح و اضافہ کے بعد دوسری مرتبہ

سید سعد اللہ قادری

سکرٹری نواب لطف الدولہ اورینٹل ریسرچ انسٹیٹیوٹ نے

دفتر تاریخ حیدر آباد دکن سے شایع کیا

نواب لطف الدولہ میموریل سیریز نمبر ۴

سوانح

چاند بی بی

ملکۂ احمد نگر

(مؤلفہ)

سید احمد اللہ قادری

(مقدمہ)

موسیو ادمون گودار

سابق گورنر فرانسیسی نوآبادیات ہندوستان

و پریزیڈنٹ ہسٹاریکل سوسائٹی فرانسیسی ہندوستان

مصنف کی نظر ثانی ترمیم و ترقیم اور اصلاح و اضافہ کے بعد دوسری مرتبہ

سید سعد اللہ قادری

سکرٹری نواب لطف الدولہ اورینٹل ریسرچ انسٹیٹیوٹ نے

دفتر تاریخ حیدرآباد دکن سے شائع کیا

(عہد آفرین برقی پریس)

افتتاحیہ

قوموں کے عروج اور تہذیب و شائستگی کی بقا جس شے کی رہین منت ہے وہ علم کی بے بہا دولت ہے آج دنیا میں انہیں قوموں کو برتری حاصل ہے جنھوں نے اُسے فروغ دیا اور اپنی طبع رسا سے اس میں نئے نئے شگوفے کھلائے۔ کیا دنیا اس بات سے واقف نہیں ہے کہ اسلام نے **یورپ** کو علم کا خلعت فاخرہ پہنا کر اس کی ظلمت کو نور میں مبدل کردیا۔ وہ **یورپ** جو کبھی ہمارا خوشہ چیں تھا آج ہم اس کے زلہ ربا ہیں وہ دن دُور نہیں کہ ہم اپنے کھوئے ہوئے وقار کو پھر حاصل کرلیں گے!

یہ امر مسلمہ ہے کہ کسی قوم کا اثر اس کے اطراف و اکناف کی قومیں صرف اُن کے علم و ادب سے قبول کرتی ہیں اور اسی سے اُن کے تخیل و تاثر کا اندازہ لگایا

جاتا ہے۔ شاہانِ سلف کا نام علم وادب کی سرپرستی کی وجہ سے تا قیامت صفحۂ ہستی سے مٹ نہیں سکتا۔ اور ان کے علاوہ جن اعیان و اُمراء اور عوام و خواص نے علم وفن کی فیاضانہ خدمت کی۔ ان کے نام بھی تاریخ کے درخشاں اوراق میں زرین حروف سے لکھے ہوئے نظر آئیں گے۔

یورپ کے ایک تاجر **گب** نے محض علم و فن کی بدولت شہرت دوام حاصل کی۔ اس کی مہربان ماں نے اس کے مرنے کے بعد ایک کثیر رقم مشرقی کتابیں چھاپنے کے لیے وقف کی اور اس کے نام سے **گب میموریل سیریز** جاری کیا گیا۔ جس کی وجہ سے اس کا نام آج ساری دُنیا میں نہایت ادب و احترام سے لیا جاتا ہے۔ اِس کے علاوہ بمبئی کے **کے' آر' کاما'** مہاراشٹر کے **سر کرشنا گوپال بھنڈارکر** اور مہاراجہ بڑودہ کے نام اُن علمی اداروں کے باعث تا قیامت باقی رہیں گے جو ان کی یادگار میں لاکھوں روپیے کے سرمایے سے قایم کیے گئے ہیں اور **اورینٹل انسٹیٹیوٹ** کے نام سے شہرت رکھتے ہیں۔

اسی طرز پر **آنربیل نواب سر عقیل جنگ بہادر**

نائب صدر اعظم کی سرپرستی میں ہز اکسیلنسی رائٹ آنریبل سر اکبر حیدری، نواب حیدر نواز جنگ بہادر صدر اعظم اور آنریبل نواب مہدی یار جنگ بہادر صدر المہام تعلیمات و فینانس کی اعانت سے نواب لطف الدولہ مرحوم امیر پائیگاہ کی یاد تازہ رکھنے کے لیے مولوی حکیم سید شمس اللہ قادری نے نواب لطف الدولہ میموریل کمیٹی تشکیل دی۔ جس کے صدر آنریبل نواب جیون یار جنگ بہادر چیف جسٹس ہیں۔ اس کمیٹی کی نگرانی میں مستند و معتبر کتابوں کی اشاعت کا انتظام کیا گیا ہے اور ایک سہ ماہی رسالہ بھی "تاریخ کے نام سے نکالا جارہا ہے اس کے سوا ایک انسٹیٹیوٹ کی بناء بھی ڈالی گئی ہے جس میں مصنفین کو تالیفات کی ترتیب و تہذیب میں رہنمائی کی جاتی ہے اور جدید اصول پر تحقیق و تدقیق کے آداب و ضوابط سے واقف کرایا جاتا ہے۔ اس انسٹیٹیوٹ کے لیے ایک گرانقدر لائبریری بھی امانتاً حاصل کی گئی ہے تاکہ طلاب کو ریسرچ کرنے میں ہر طرح کی سہولت حاصل رہے۔

آخر میں ہم اس افتتاحیہ کو اس دعا پر ختم کرتے ہیں کہ جس طرح احیائے علوم کی بدولت روما کے آگسٹس

انگلستان کے الفرڈ۔ روس کے پیٹر اعظم۔ جاپان کے مت شی ہٹو۔ ہندوستان کے بکرماجیت۔ اندلس کے عبدالرحمٰن ثالث اور بغداد کے خلیفہ ہارون و مامون کا نام زندہ جاوید ہوگیا ہے اسی طرح علم و فن کی دنیا میں نواب لطف الدولہ مرحوم کا نام تا قیامت باقی رہے۔

سید سعداللہ قادری
سکرٹری نواب لطف الدولہ اورینٹل ریسرچ انسٹیٹیوٹ

نواب لطف الدولہ اورینٹل ریسرچ انسٹیٹیوٹ
۲۷ مئی سنہ ۱۹۴۰ء م ۱۹ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۹ھ

مقدمہ

موسیو ادمون گودار

سابق گورنر فرانسیسی نوآبادیات ہندوستان

جس طرح مغربی اقوام اعظم کی تاریخ کے درخشاں اوراق میں چند نامور خواتین کے نام نظر آتے ہیں اسی طرح ہندوستان کی تاریخ میں بھی بعض ایسی ہی اولوالعزم خواتین پائی جاتی ہیں جو اپنے اعلیٰ اوصاف غیر معمولی قابلیت کے اعتبار سے بہت معروف ہیں۔ شہنشاہ جہانگیر کی ملکہ نور جہاں سلیقہ مندی میں بے عدیل تھی۔ دہلی کی ملکہ رضیہ سلطانہ کو سیاسیات میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ نیز چاند بی بی جو اس تصنیف کا موضوع ہے اپنے کارہائے نمایاں کی بدولت خاص شہرت رکھتی ہے اور اندور کی اہلیہ بائی کا نام بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ در اصل یہی ہستیاں ہندوستان کے طبقۂ اناث کی گل سرسبد ہیں۔

احمد نگر کے تاجدار کی دختر چاند بی بی نے جو فرمانروائے بیجاپور کی بیگم تھی اپنے شوہر کے انتقال کے بعد اس کے بھتیجے کی بجائے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ جب وہ اپنے وطن واپس ہوئی تو اپنے بھائی کے انتقال پر اس نے احمد نگر کی سلطنت کا انتظام سنبھالا۔ فرانس کے بعض ملکاؤں کی طرح چاند بی بی کو بھی اندرونی ہنگاموں اور بیرونی حملوں سے دو بار دوچار ہونا پڑا۔ احمد نگر کی سلطنت پر اکبر للچائی ہوئی نظریں ڈال رہا تھا اور اس نے اس مہم کو کامیاب بنانے کے لیے مُراد اور دانیال کی سرکردگی میں احمد نگر کو فوجیں

روانہ کیں مگر چاند بی بی نے طاقتور مغلوں کا بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا اور انہیں ندامت اٹھانی پڑی۔ اس ملکہ کی المناک موت جن حالات میں ہوئی ہے اُن سے بھی اس کی عظمت میں اضافہ ہوتا ہے۔

مولوی سید احمد اللہ قادری جو حیدرآباد کے مشہور اور نامور مورخ ہیں۔ انہوں نے ہندوستان کی اس بلند مرتبت ملکہ کے سوانح نہایت خوبی سے ترتیب دیے ہیں۔ چاند بی بی ایسی جامع صفات خاتون تھی کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم اس کے کس جوہر کو بہترین قرار دیں۔ آیا اس کے جنگی اوصاف کو سراہیں یا اس کی سیاسی نکتہ سنجیوں کو بیان کریں آٹھ سال قبل مولوی سید احمد اللہ قادری نے چاند بی بی کی سوانح نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ اردو میں قلمبند کرکے چھاپی تھی ' اور اس تصنیف کو قبولیت کا سہرا میسر آیا تھا اور اب وہ اسی تصنیف کو آنریبل سر اکبر حیدری صدر اعظم دولت آصفیہ اور لیڈی حیدری کی سرپرستی میں زبان انگریزی شایع کر رہے ہیں۔ ان دونوں عزیز الوجود ہستیوں نے اہل علم و فن کو اپنی غیر محدود فیاضیوں سے جس طرح نوازا ہے وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ اور یہ ہردو اس ملک کی سربلندی اور شہرت کے لیے سچے دل سے کوشاں ہیں۔ آخر میں ہم یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس گرانقدر تصنیف کے لیے جس طرز کے تفصیلی پیش لفظ کی ضرورت تھی افسوس کہ ہم اس سے قاصر رہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ابتداء میں ہم نے اس فرمائش کی تعمیل سے معذوری ظاہر کی مگر موصوف کے مشفقانہ اصرار پر اور نیز اس خیال سے کہ اس تصنیف کی خوبی کا اعتراف کرنا بھی ضروری تھا ہم نے اس خدمت کو قبول کرلیا۔ اس کے سوا اس تحریر کے ذریعے ہماری سوسائٹی de la Societe de L'Histoire de L'Inde Française ہندوستان کے انگریزداں طبقے سے روشناس ہوجائیگی ' خود مصنف کے ذہن میں بھی یہی خیال تھا جس کے لیے ہم ان کے شکرگزار ہیں۔

ہماری دلی آرزو ہے کہ اس تصنیف کی کامیابی سے اہل علم کے وسیع طبقہ میں ایک ایسی تحریک پیدا ہو کہ فرانسیسی ہند کی تاریخ پر توجہ کریں اور اُسے اپنی تحقیقاتی شہکاروں کا جولانگاہ بنائیں۔

پانڈیچیری
۲۸ ستمبر ۱۹۳۸ء

دیباچہ

(طبع اول)

ہندوستان کی جن مسلمان شہزادیوں نے ملک کی سیاسیات میں حصہ لیا ہے ان میں چاند بی بی بہت معروف ہے۔ اس کے تدبر اور کارناموں سے صفحات تاریخ مشحون و مملو نظر آتے ہیں۔ ہمالیہ سے راس کماری تک، بچہ بچہ اس کے نام سے واقفیت رکھتا ہے۔ باوجود اس شہرت و ناموری کے اب تک کسی نے اس کی سوانح لکھنے کی کوشش نہیں کی جو معتبر اور مستند تاریخوں سے ماخوذ ہو اور اس کے خاندانی حالات، علو نسب کے کوائف، سیاسی قابلیت، حفاظت ملک کے تدابیر، بیرونی حملوں کی مدافعت وغیرہ کے مفصل تذکرے تحریر ہوں۔ تاکہ وہ لوگ جو اس کا نام سنا کرتے ہیں، اس کے زرین کارناموں سے بھی واقف ہو جائیں۔

ہمارے محترم سر اکبر حیدری نواب حیدر نواز جنگ بہادر نے ایک قابل یادنشست میں چاند بی بی کا ذکر کرتے ہوئے اس کی مفصل سوانح کے نہ ہونے پر تعجب فرمایا اور اس کے حالات بصورت کتاب دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ یہی امر اس کتاب کی ترتیب تدوین کا محرک ہوا اور میں نے کئی ہفتوں کی مسلسل کاوش کے بعد معتبر و مستند تاریخی اور ادبی کتابوں سے اس کے پریشان اور پراگندہ حالات فراہم کیے۔ اور انھیں سنہ و تاریخ کے لحاظ سے ترتیب دیکر کتابی صورت میں مرتب کیا۔ اسی دوران میں گذشتہ ڈسمبر کو مجھ پر ڈبل نمونیا کا شدید حملہ ہوگیا۔ قریباً پانچ چھ مہینے کی طویل علالت کے بعد بفضل الٰہی صحت ہوئی۔ اس کے بعد میں نے

کتاب کی تبئیض شروع کی لیکن بعض مقامات پر کچھ شبہات پیدا ہو گئے تھے ان کو رفع کرنے کے لیے اصل کتابوں سے رجوع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اسی سلسلے میں میری کئی روز تک کتب خانۂ آصفیہ میں آمد و رفت رہی۔ ایک روز جبکہ میں اپنے گھر آرہا تھا، راستہ میں اصل مسودہ کھو گیا۔ جب وہ میسر نہ آیا تو ناگزیر میں نے اپنے پارینہ یادداشت پھر ایک جا کیے اور ان کی مدد سے موجودہ اشاعت کا سرمایہ مہیا کیا۔ پہلا مسودہ زیادہ وسیع تھا اور اس میں واقعات وضاحت سے مذکور تھے۔ برخلاف اس کے موجودہ اشاعت میں وہ شرح و بسط نہیں ہے۔ اس لیے کہ طبیعت کے اضمحلال نے پہلے خیالات و جذبات محو کر دیے ہیں اور پہلے کی سی دلچسپی بھی اب باقی نہیں ہے۔ باوجود اس کے واقعات کے تسلسل اور ترتیب کے طرز و اسلوب میں میں نے تا امکان حسبِ سابق کوشش کی ہے۔ لیکن بعض اقتباسات کے بروقت فراہم نہ ہونے سے انھیں بحالت مجبوری چھوڑ دیا گیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ طبع ثانی میں اس خامی کی تلافی کر دی جائے گی۔ ابتداء میں سلسلۂ تاریخ کو قایم رکھنے کے لیے احمد نگر کی مختصر سی تاریخ بیان کرنے کی سخت ضرورت تھی کیونکہ اس سے اُن واقعات کا سلسلہ مربوط ہو جاتا ہے جو چاند بی بی کے عہد میں سرزد ہوئے ہیں اور چاند بی بی کے حقیقی کارنامے سمجھے جاتے ہیں اگر یہ حصہ کتاب میں شامل نہ کیا جاتا تو چاند بی بی کی سوانح بعینہ ایسی ہی ہوتی جیسی کہ بغیر چہرہ کی مورت ہوا کرتی ہے۔

کوٹلہ اکبر جاہ، حیدرآباد دکن
۱۱ر ستمبر ۱۹۳۰ء

سیّد احمد اللہ قادری

فہرستِ مضامین



سلطانه چاند بی بی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چاند بی کے آباؤ اجداد

سلاطین احمد نگر

دکن کا سیاسی انقلاب سلطنت بہمنیہ دکن کی نہایت عظیم الشان اور باعظمت سلطنت تھی جو آٹھویں صدی ہجری کے اواسط ایام میں قائم ہوئی جس کے فرماں روا تقریباً ڈیڑھ سو سال تک نہایت جاہ و جلال کے ساتھ حکمرانی کرتے رہے۔ نویں صدی ہجری کے خاتمہ پر دکن میں کچھ ایسے انقلابات پیش آئے کہ بہمنیہ خاندان ختم ہوگیا اور اس کی وسیع مملکت پر پانچ چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم ہوگئیں۔

۱	احمد نگر	میں	نظام شاہی سلطنت	۸۹۱ھ	۱۰۴۲ھ
۲	بیجاپور	میں	عادل شاہی سلطنت	۸۹۵ھ	۱۰۹۷ھ
۳	برار	میں	عماد شاہی سلطنت	۸۹۵ھ	۹۸۲ھ
۴	بیدر	میں	برید شاہی سلطنت	۸۹۶ھ	۱۰۱۸ھ
۵	گولکنڈہ	میں	قطب شاہی سلطنت	۹۲۴ھ	۱۰۹۸ھ

یہ حکومتیں کم و بیش دوسو برس تک برسر اقتدار رہیں۔ ان کی عملداری شمال میں کوہ بندھیاچل سے شروع ہوکر جنوب میں دریائے کرشنا کے نیچے دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ جنوب و مشرق میں دونوں طرف سمندروں نے اُن کے مقبوضات کو محدود کر دیا تھا۔

اِن سلاطین میں سب سے پہلے احمد نظام الملک نے جنیر میں اپنی سلطنت کا سنگ بنیاد رکھا اس کے بعد عادل شاہ عماد شاہ اور قطب شاہ نے اپنی خود مختاری کے اعلان کئے۔ جاہ و حشمت اور وسعت ملک کے لحاظ سے سلاطین احمد نگر کو ان سب پر تفوق حاصل تھا لیکن تالیکوٹہ کی لڑائی کا اس پر خاص اثر پڑا۔ بیجانگر کے جو علاقے کرشنا کے نیچے واقع تھے عادل شاہیوں اور قطب شاہیوں کے تصرف میں آ گئے اور اُن کی عملداری بہت وسیع ہوگئی جس کے باعث انہوں نے بھی احمد نگر کے مساوی درجہ حاصل کر لیا۔

احمد نظام الملک اول[۱] | ملک احمد نظام الملک سلاطین احمد نگر کا مورث اعلیٰ

---

[۱] یہ باب کتب ذیل سے اخذ کیا گیا ہے۔ ہفت اقلیم صہ تا صہ ۔ طبقات اکبری صہ ۲۴۷ تا صہ ۲۶۲ (بقیہ بر صہ ۳)

یہ سلطان محمد شاہ بہمنی ثالث (۸۶۷ھ – ۸۸۷ھ) کا بیٹا اور سلطان محمود شاہ بہمنی (۸۸۷ھ – ۹۲۴ھ) کا علاتی بھائی تھا مورخین کا بیان ہے کہ اس کی پرورش ملک نائب حسن نظام الملک کے محل میں ہوئی تھی اسی وجہ سے عوام نے اسے حسن کا فرزند مشہور کردیا تھا۔

(بقیہ حاشیہ ص۲) برہان الماثر (ترجمہ) تاریخ فرشتہ مقالہ سوم ص۹۳ تا ص۱۱۱ تذکرۃ الملوک قلمی منتخب اللباب جلد سوم ص۱۴۰ تا ص۲۶۶۔ ماثر الرحیمی جلد دوم ص۴۱۳ تا ص۴۱۹ دستور العلما ضمیمہ جلد اول ص۸۔ مژدہ احمد نگر ص۶ تاریخ دکن حصہ اول ص۲۰۱ دربار آصف ص۱۲۰

۱؎ امین احمد رازی، اعتماد الدولہ (پدر نورجہاں بیگم) کا برادر عم زاد تھا۔ اس نے شہنشاہ اکبر ۹۶۳ھ – ۱۰۱۴ھ کے عہد میں مسلمان سلاطین اور مشاہیر کا ایک مبسوط تذکرہ ہفت اقلیم کے نام سے ۱۰۰۲ھ میں بمقام آگرہ تحریر کیا ہے اس میں سلاطین دکن کے حالات لکھتے ہوئے مصنف نے احمد نظام الملک کا حسب و نسب اِن الفاظ میں بیان کیا ہے۔

و زعم بعضی آنست کہ ملک احمد برادر سلطان محمود چہ وقت ولادت "سلطان محمد" والدہ اش را بواسطہ احکام نجوم باویگر وجوہ بہ ملک نائب سپردہ بود۔ احمد در حجر تربیت ملک نائب نشو و نما یافتہ بعد ازاں مردم اورا ملک نائب نسبت دادہ اند و برخی گفتہ اند کہ سلطان والدہ احمد را کہ آبستن بود ندانستہ بہ ملک نائب بخشید و احمد در منزل وے بوجود آمدہ بہ پسری ملک نائب مشہور گشت۔

یہی روایت علی بن عزیز اللہ طبا طبائی نے بھی اپنی کتاب برہان الماثر میں لکھی ہے یہ کتاب ہفت اقلیم کی تالیف کے تین سال بعد ۱۰۰۴ھ میں تصنیف ہوئی۔ ہم نے

ملک حسن نظام الملک شاہان بہمنیہ کا مشہور وزیر گزرا ہے خواجہ محمود گاواں کی

اس کا متن نہیں دیکھا۔ البتہ سرولزلی ہیگ نے اس سے ترجمہ کر کے سلاطین احمد نگر

کے جو حالات انڈین انٹی کویری بابتہ سنہ ۱۹۲۰ء صـ۶۶ میں شایع کیے ہیں اس کا وہ حصّہ

ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ جس میں احمد نظام الملک کے حسب و نسب کی حقیقت مذکور ہے۔

"خداوند کریم نے اپنے فضل و کرم سے اس بادشاہ ذیجاہ کے حسب نسب کو

پدر سے لیکر جد امجد تک تاجداروں کے سلسلہ سے ممیز و ممتاز کیا ہے

یہ سلسلہ بہمن بن اسفندیار سے شروع ہوتا ہے اور اس سے پہلے

کیومرث تک اس خاندان رفیع المکان کے ارکان، سلاطین مملکت

سے گذرے ہیں جب سلطان محمد شاہ بہمنی کی سلطنت تباہی کے قریب

ہوگئی اور بدبختی نے اسے چاروں طرف سے گھیرا تو خوش قسمتی سے

اس کے مکان میں ابوالمظفر سلطان احمد بحری نظام شاہ تولد ہوا جس

طرح سے کہ جمشید کی قوت کو محفوظ رکھنے کے لیے خداوند کریم کے فضل

سے فریدوں نے ظہور کیا تھا راقم سطور نے ایک رسالہ نظام شاہی

کتب خانہ میں دیکھا ہے جس کے خاتمہ پر حضرت فردوس مکان برہان

نظام شاہ کے دست خاص سے حسب ذیل عبارت لکھی ہے "شیخ برہان الدین

بن احمد ملک نظام الملک بن ملک نائب المخاطب بہ اشرف ہمایوں نظام شاہ"

لیکن راقم سطور نے سلاطین دکن کی تاریخوں اور سن رسیدہ بزرگوں سے

جو کچھ سنا یا ہے وہ حکایت یہ ہے۔

بعض مورخ جو احمد شاہ کے دربار سے تعلق رکھتے ہیں بیان کرتے ہیں

شہادت کے بعد اس نے سلطنت بہمنیہ کی برسوں نیابت کی تھی اسے

کہ سلطان احمد شاہ بہمنی جب برسر حکومت تھا اس کے عمالوں نے ایک
نہایت خوبصورت اور نازک اندام دوشیزہ کو اسکے حرم میں داخل کیا جو پروردگار
عالم کے لطف و احسان سے بہت جلد بار آور ہو گئی اور مدت موعود کے
بعد باغ بہشت آئین میں ثمر نمودار ہوا۔ گویا کہ آسماں پر کوکب ہمایوں
نے طلوع کیا۔ بادشاہ نے اس تہنیت میں انعام و اکرام تقسیم کیے اور
نجومیوں نے نہایت توجہ سے سیاروں کی رفتار کا حساب لگا کر زائچہ
بنایا اور پیشین گوئی کی کہ یہ طفل نومولود ملک کا بادشاہ اور قوموں کا
حکمراں ہوگا۔ بہتر ہے کہ جہاں پناہ اسے اپنی نظر سے دور اور دارالسلطنت
سے باہر رکھیں۔ اعلیحضرت کو اس کی جدائی کا ملال تھا۔ لیکن مفاد
سلطنت کے مدنظر ناگزیر یہ طریقہ اختیار کرنا پڑا اور تربیت ملک
نائب کے تفویض ہوئی اور شہزادہ کے ساتھ ملکۂ بلقیس عہد بھی
دار السلطنت سے رام گیر یا ماہور بھیجدی گئیں۔ ملک نائب جو سلطنت
کا اعلیٰ عہدہ دار اور مجلس اعلیٰ کے منصب معلی پر مامور تھا۔ شہزادے
کی نگہداشت اور تعلیم و تربیت میں ہمہ تن مصروف ہو گیا۔ بعض
مورخین کہتے ہیں کہ سلطان محمود شاہ نے ازراہ عنایت اپنے حرم سرا
سے ایک کنیز ملک حسن کے حوالہ کی اور یہ کنیز ملک نائب کے حرم میں داخل ہونے سے پہلے
خود بادشاہ سے حاملہ ہو چکی تھی۔ ملک نائب نے اس کی اطلاع بادشاہ سے کی
لیکن اس نے اغماض کیا۔ یہاں تک کہ کنیز نے اپنے ایام مقررہ

مجلس اعلیٰ منصب معلّی اور اشرف ہمایوں کے خطابات محمد شاہ نے عطا فرمائے تھے۔

احمد نظام الملک کو سلطان محمد شاہ نے بیڑ میں ایک جاگیر

پورے کئے۔ اور اس کے بطن سے شہزادہ احمد پیدا ہوا جو ملک نائب کے گھر کا چراغ اور اس کی چشم کا نور بنا۔ اور عوام نے اسے ملک نائب کا لڑکا شمار کیا۔

سلہ۔ مورخین نے ملک حسن نظام الملک کی اصلیت کے متعلق لکھا ہے کہ یہ برہمن تھا اور اس کے آباؤ اجداد پاتری (علاقۂ برار) میں پٹواری کی خدمت پر مامور تھے سلطان احمد شاہ بہمنی نے جب بیجانگر پر حملہ کیا تو اس وقت ملک حسن اور اس کا باپ قیدیوں میں گرفتار ہوکر آئے۔ اس کا نام تیما بھٹ اور اس کے باپ کا نام بھریو تھا تیما بھٹ بہت کم عمر اور ہونہار تھا۔ بادشاہ کو اس کے حال پر بہت رحم آیا۔ چنانچہ اس کو اپنے غلاموں کے زمرے میں داخل کر کے حسن نام رکھ دیا۔ احمد شاہ کا بیٹا محمد شاہ بھی کمسن تھا حسن میں اور اس میں بیحد دوستی ہو گئی اور یہ شاہزادہ کے ساتھ مدرسہ جاکر شریک درس ہونے لگا۔ محمد شاہ اس کو اپنے بچپن میں حسن بحری کہا کرتا تھا اور جب یہ بڑا ہوا تو اسی لقب سے مشہور ہو گیا۔ محمد شاہ نے اس کو تخت نشین ہونے کے بعد خوشبیگی کی خدمت عطا کی اور منصب ہزاری اور نقارہ و ماہی مراتب سے سرفراز کیا۔ اور ملک نائب کے خطاب سے مخاطب کر کے سلطنت کا مدار مطلق قرار دیا

سلہ۔ بیر (ضلع) اورنگ آباد کے شمال و مغرب میں واقع ہے اس کا خطوط عرض البلد شمال کی جانب ۲۷ ۳۸ و ۱۹ ۲۷۔ مابین خطوط طول مشرق کی طرف ۴۸ ۴۷ و ۶ ۷۷ ۵ ہے۔ ابتداء میں

دی تھی اور اس کے باپ حسن نظام الملک کو جنیر[1] کا امیر مقرر کیا تھا۔ ۸۹۱ھ میں ملک حسن نظام الملک نے احمد نظام الملک کو سو ہاتھی اور بہت سا مال و اسباب دیکر اپنا نائب بنا کے جنیر بھیجدیا۔ احمد نے جنیر آکر نہایت سرعت کے ساتھ ملک کی باقاعدہ اور اعلیٰ طریقہ پر تنظیم کی اس دوران میں زین الدین جاگیردار چاکنہ نے احمد کے بعض علاقوں کو تاراج کرنے کی نیّت سے حملہ کردیا۔ اِس وقت احمد نے حسن نظام الملک کو امداد کے لئے لکھا۔ حسن نظام الملک نے امیر ملک وحید اور فخر الملک دکنی (المخاطب بہ خواجہ جہاں) کو ملک احمد کی اعانت کے لیے خاص طور پر خط روانہ کئے۔ ملک وحید دولت آباد کا سرلشکر اور فخر الملک دکنی

یہ ضلع درگاوتی کہلاتا تھا۔ ۱۲۳۶ھ میں سلطان محمد تغلق نے اس کو فتح کرکے بیر کے نام سے مشہور کیا۔ جو مسخ ہوکر بیڑ ہوگیا۔ ابتداء میں یہ اندھرا چلوکیہ اور یادو خاندان کے راجاؤں کی عملداری میں تھا۔

[1] جنیر صوبۂ اورنگ آباد میں واقع ہے۔ قدیم زمانہ میں یہ وہاں کی ایک سرکار تھا۔ سوانح دکن از منعم خاں ہمدانی۔

[2] خالص دکنی امیر تھا۔ شروع میں اس نے خواجہ محمود گاواں کی ملازمت اختیار کی۔ خواجہ کی وفات کے بعد شاہی سلحداروں میں منتخب ہوا۔ حسن نظام الملک نے اسے بعد میں دولت آباد کا سرلشکر مقرر کردیا تھا۔

پرینڈہ اور شولاپور کا جاگیردار تھا۔ اِن دونوں نے حتی الامکان احمد نظام الملک کی مدد کی۔

سلطان محمود شاہ بہمنی حسن نظام الملک سے بعض واقعات کی بنا پر ناخوش تھا جب اسے اِس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو بادشاہ کے دماغ میں حسن کے خلاف بُرے خیالات جم گئے لیکن سلطان کا سیاسی اقتدار اس وقت بہت کمزور ہوچکا تھا۔ اِس لیے یہ اپنی بے دست و پا حالت دیکھ کر ساکت ہوگیا۔ اسی عرصہ میں قوام الملک صغیر حاکم راج مندری نے ورنگل پر قبضہ کرنا چاہا۔ سلطان کو جب اس کی اطلاع ملی تو یہ نفس نفیس ملک حسن کو اپنے ہمراہ لیکر قوام الملک کے مقابلہ کی خاطر ورنگل روانہ ہوا۔ قوام الملک شاہی لشکر سے مقابلہ کی تاب نہیں لاسکتا تھا۔ اس لیے سلطان کے ورنگل میں داخل ہونے سے پہلے راجمندری فرار ہوگیا۔ اسی اثنا میں سلطان کے ایمار سے حسن کے بعض مخالف امراء نے اُسے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ حسن کو جب علم ہوا تو پریشان ہوکر یہاں سے سیدھا بیدر چلا گیا اور وہاں پہنچکر بادشاہی خزانہ پر قبضہ کرلیا۔ سلطان نے دلپسند خاں حاکم بیدر کو مخفی طور پر حسن کے قتل کے احکام بھیجے۔ دلپسند خاں نے اسے مارڈالا اور سر کاٹ کر بادشاہ کی خدمت میں ورنگل بھیج دیا۔

اس جانکاہ واقعہ سے ملک میں ایک بے چینی پھیل گئی اور اکثر امرا سرکش ہوگئے۔ اِس ہنگامہ سے احمد نظام الملک نے بھی فائدہ اٹھایا

اور ۸۹۱ھ کے وسط میں کونکن کے تمام علاقوں پر قبضہ کرلیا۔ بادشاہ نے اس کے خلاف کئی مہمیں روانہ کیں لیکن شاہی لشکر کو ہمیشہ ہزیمت اٹھانی پڑی یہاں تک کہ ۸۹۱ھ میں اس نے اپنی مستقل حکومت جنیر میں قائم کرلی اور اس کی خود مختاری کو دیگر خود سر سرداروں نے بھی تسلیم کرلیا۔ ۹۰۰ھ کے درمیان اس نے ایک جدید شہر آباد کیا جس کا نام احمد نگر رکھ کر جنیر کی بجائے اسے اپنا دارالسلطنت قرار دیا۔

تخت احمد نگر پر متمکن ہونے کے بعد دولت آباد پر کئی یورشیں کیں یہاں تک کہ ۹۰۹ھ میں ملک اشرف کو شکست دیکر دولت آباد فتح کرلیا۔

دولت آباد کی اس زبردست تسخیر سے احمد نظام الملک کی قوت بڑھ گئی اور اس کی عملداری میں روز بروز ترقی ہونے لگی۔ ۹۱۳ھ میں برار کے مغربی اور مہاراشٹر کے شمالی علاقہ بھی اِسکے زیرنگین ہوگئے۔ اور کونکن میں ساحل سمندر تک اس کے حدود کو وسعت ہوگئی۔

۹۱۴ھ میں احمد نظام الملک نے (۲۰) برس حکومت کرنے کے بعد انتقال کیا۔ تیرہ بادشاہ اس کے خاندان سے یکے بعد دیگرے بر سر حکومت ہوئے اور قریباً ڈیڑھ سو سال تک ان میں حکومت قائم رہی۔

بُرہان نظام شاہ اول | ملک احمد کے بعد اس کا بیٹا برہان نظام شاہ

(۹۱۴ھ ۔ ۹۶۱ھ) تخت نشین ہوا۔ یہ بادشاہ سلاطین دکن میں خاص مرتبہ اور اہمیت رکھتا ہے بقول مورخ فرشتہ ایسے بلند ارادے کے حکمران دکن میں کم گزرے ہیں۔ اس کے عہد میں احمد نگر کو تمدنی، معاشی، سیاسی، ہر حیثیت سے خاص ترقی حاصل ہوگئی تھی اور یہ شہر ارباب فضل و کمال کا مرکز و مادیٰ بن گیا تھا۔

۹۳۷ھ میں برہان نے بمقام برہان پور سلطان بہادر شاہ (۹۲۲ھ ۔ ۹۴۳ھ) والیٔ گجرات سے ملاقات کر کے اتحاد پیدا کیا۔ بہادر شاہ نے اس کی خوب عزت و توقیر کی اور اپنے دربار میں نظام شاہ کے خطاب سے ممتاز کیا جس کے بعد اس کا خاندان اسی نسبت سے نظام شاہی لقب سے مشہور و ملقب ہوا۔

مورخ فرشتہ کا بیان ہے کہ سلطان بہادر شاہ نے برہان کو اس ملاقات میں اپنی کمر کا پٹکا اس کی کمر میں اپنے دست خاص سے باندھا تھا اور اپنا خنجر اور خاص تلوار عنایت کی تھی۔ اسی کے عہد میں مشہور اسماعیلیہ داعی شاہ طاہر بیجاپور ہوتے ہوئے احمد نگر آئے۔

برہان نے ۹۶۱ھ میں انتقال کیا۔ وفات کے وقت اس کو چھ لڑکے تھے۔ حسین۔ عبد القادر۔ شاہ علی۔ شاہ حیدر۔ محمد باقر۔ خدابندہ ان میں سلطان حسین نظام شاہ اور عبد القادر بی بی آمنہ کے بطن سے تھے جو برہان نظام شاہ کی خاص بیگم تھی۔ شاہ علی بی بی مریم سے تولد ہوا تھا جو یوسف عادل شاہ (۸۹۵ھ ۔ ۹۱۶ھ) کی

بیٹی اور اسمٰعیل عادل شاہ (۹۱۶ھ تا ۹۴۱ھ) کی بہن تھی۔ شاہ حیدر خواجہ جہاں حاکم پرینڈہ کا داماد تھا۔

سلطان حسین نظام شاہ اول

سلطان حسین نظام شاہ ۹۶۱ھ میں غریبوں اور حبشیوں کی مدد سے احمد نگر کے تخت پر متصرف ہوگیا۔ اس نے توسیع ملک کی خاطر بڑی بڑی لڑائیاں کیں۔ عادل شاہیوں سے کلیان اور شولاپور کے بارے میں سخت تنازعہ ہوا۔ اس کے تصفیے کے لیے متعدد معرکے بھی ہوئے۔ ۹۶۸ھ و ۹۷۰ھ میں عادل شاہ نے راجہ رام راج (۹۳۷ھ تا ۹۷۲ھ) والی بیجانگر کی شرکت سے دو مرتبہ احمد نگر کو تاراج کیا۔ ان لڑائیوں کے کچھ عرصہ بعد ۹۷۲ھ میں تالیکوٹہ کا عظیم ترین معرکہ ہوا جو دکن کی تاریخ میں بہت اہمیت رکھتا ہے اس کی ابتدا اس طرح پر ہے کہ جب سلطان حسین نظام شاہ اور علی عادل شاہ میں مصالحت ہوگئی تو دکن کے چار حکمراں سلاطین یعنی حسین نظام شاہ علی عادل شاہ ابراہیم قطب شاہ اور علی برید نے متفق ہوکر بیجانگر پر حملہ کیا۔ تالیکوٹہ میں زبردست لڑائی ہوئی جسمیں مسلمان بادشاہ فتحیاب ہوئے۔ رام راج مارا گیا اور سبھوں نے ایک ساتھ بیجانگر کو مسمار کردیا۔

سلطان حسین نظام شاہ سلاطین نظام شاہیہ میں بڑے جبروت کا بادشاہ گذرا ہے ۹۷۲ھ میں اس کی وفات ہوئی۔ کسی نے یہ تاریخ لکھی ہے۔ "آفتاب دکن بہ شد پنہاں"

سلطنت مغلیہ



دکن کی پانچ سلطنتیں دسویں صدی ہجری میں

مرتضیٰ نظام شاہ اول | حسین نظام شاہ کے بعد اس کا بیٹا مرتضیٰ نظام شاہ تخت نشین ہوا۔ اُس وقت مرتضیٰ نظام شاہ چونکہ بہت صغیر سن تھا اس لیے اس کی ماں خونزہ ہمایوں نے ایک عرصہ تک بادشاہ کی حیثیت سے قائم مقامی کی۔ رفیع الدین شیرازی اور مورخ فرشتہ کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بڑی مدبر، عالی دماغ اور حوصلہ مند عورت تھی اس کو امور سلطنت اور اصول حکمرانی میں خاص کمال حاصل تھا۔

سنہ ۹۷۰ھ میں مرتضیٰ نظام شاہ نے ماں کو قید کر کے اپنا تخت حاصل کرلیا۔ یہ بادشاہ بھی دکن کی تاریخ میں خاص مرتبہ رکھتا ہے اس نے سنہ ۹۸۲ھ میں عماد شاہی خاندان کا خاتمہ کر کے برار کو اپنی عملداری میں شامل کرلیا۔ اس کے لڑکے میران حسین نظام شاہ کو ابراہیم [illegible] شاہ نے اپنی بہن خدیجہ سلطانہ بیاہ دی تھی۔ مرتضیٰ نظام شاہ کثرتِ عیاشی کے باعث جب دیوانہ ہوگیا تو میراں حسین نے باپ کو حمام میں بند کر کے خود تخت پر قبضہ کرلیا۔ اس واقعہ کا مرتضیٰ نظام شاہ پر اس قدر اثر ہوا کہ (سنہ ۹۹۶ھ) سال کے اندر اندر اسی کوفت سے مرگیا۔

میراں حسین نظام شاہ | میراں حسین نظام شاہ نے بقول فرشتہ چھ ماہ حکومت کی بعض مورخین کا بیان ہے کہ اس نے اپنی زندگی کے آخری تین مہینے قید میں گزارے اس طرح پر اس نے (۹) مہینے اور تین دن

حکومت کی۔ ۹۹۷ھ میں اپنے وزیر مرزا خاں کے ہاتھ سے مارا گیا۔

اسمٰعیل نظام شاہ | میراں حسین کے بعد امراء نے اس کی جگہ اسمٰعیل نظام شاہ کو تخت پر بٹھایا جو برہان نظام شاہ ثانی (۹۹۹ھ ۱۰۰۳ھ) کا چھوٹا بیٹا اور حسین نظام شاہ کا پوتا تھا۔ برہان نظام شاہ اس وقت بقید حیات موجود تھا جس کی وجہ سے اسمٰعیل تخت کا مالک نہیں ہوسکتا تھا برہان نظام شاہ اسمٰعیل کی تخت نشینی کے وقت اکبری امراء میں شامل تھا۔ اس کو جب اپنے بیٹے کی تخت نشینی کی اطلاع ہوئی تو اس نے اکبر سے دکن جاکر تخت حاصل کرنے کی درخواست کی۔ اکبر نے برہان سے یہ وعدہ لے کر اجازت دی کہ تخت ملنے کے بعد برار کا علاقہ نذرانہ میں پیش کرے اکبر نے اس کی خاطر اپنے چار ایلچی برہان پور۔ احمد نگر۔ بیجاپور اور گولکنڈہ بھیجے۔ اُن میں ایک مشہور شاعر فیضی تھا جو بمقام برہان پور راجہ علیخاں (۹۸۴ھ ۱۰۰۵ھ) کے دربار میں آیا۔ خواجہ امین الدین احمد نگری احمد نگر میں میر محمد مشہدی بیجاپور میں مرزا مسعود گولکنڈہ میں وارد ہوئے۔ ان سبھوں نے برہان کو شاہ احمد نگر تسلیم کرنے کی سفارش کی۔

برہان نظام شاہ دوم | برہان نے احمد نگر آکر اپنے بیٹے اسمٰعیل کو مغلوب کیا اور ۹۹۶ھ میں شہر پر قبضہ کرلیا۔

برہان نظام شاہ مرتضیٰ نظام شاہ کا چھوٹا بھائی تھا۔ اس نے مرتضیٰ کے زمانہ حکومت میں تخت

(بقیہ حاشیہ بر صہ ۱۵)

۱۵۳۰ء میں اس نے ابراہیم عادل شاہ (۹۸۰ھ-۱۵۳۷ء) سے ایک معرکہ کیا جس میں اس کو سخت ہزیمت اٹھانی پڑی اور اسی کے صدمے سے اس کا انتقال ہوگیا۔

برہان نے وفات سے قبل ولیعہدی کے لئے اپنے بڑے بیٹے ابراہیم کے نام وصیت کی۔

ابراہیم نظام شاہ

ابراہیم نظام شاہ کی تخت نشینی کے زمانہ میں احمد نگر کی حالت کوئی اطمینان بخش نہیں تھی اور اس کی تخت نشینی سے اسمٰعیل کے طرفدار اور ابراہیم کے جاں نثار ایک دوسرے کے غایت درجہ مخالف ہوگئے تھے اس کے باعث سلطنت کو سخت نقصان پہنچا اور اس کی سیاسی عظمت تباہی کے قریب ہوگئی اسی دوران میں عادل شاہ کا سفیر میر صفوی احمد نگر آیا اس کے ساتھ امرائے احمد نگر نے خلاف شان سلوک کیا جس سے ابراہیم عادل شاہ سخت برہم ہوگیا اور اس نے بڑی تیاری کے ساتھ احمد نگر پر لشکر کشی کی۔ اس ہنگامہ میں ابراہیم نظام شاہ ایک سپاہی کے ہاتھ مارا گیا۔

احمد نظام شاہ

ابراہیم کے قتل ہونے کے بعد احمد نگر میں ملوک الطوائف کا بازار گرم ہوا اور یہاں کے امرا ایک ایک کرکے بغاوت پر آمادہ ہوگئے

(بقیہ حاشیہ صلا) حاصل کرنے کے لئے دو مرتبہ بغاوت کی جس میں ناکام رہا۔ اس کو مرتضیٰ نظام شاہ نے گرفتار کرکے قلعہ لھاگر میں قید کر رکھا تھا۔ لیکن وہاں سے فرار ہوکر شہنشاہ اکبر کے پاس دہلی چلا گیا۔ اور اکبر نے اسے ایک جاگیر دیدی۔

اور ہر ایک کے سر میں حکومت کا سودا سما گیا۔ لیکن اس موقعہ پر اخلاص خاں حبشی[1] نے بڑی جرأت کر کے بہادر نظام شاہ بن ابراہیم نظام شاہ کو تخت نشین کرادیا چاند بی بی بہادر نظام شاہ کی طرفدار تھی۔ اس وقت شہزادہ کی عمر بمشکل ڈیڑھ سال ہوگی۔ دوسرے امرا اور خاص کر میاں منجھو وزیر سلطنت نے اس کی بادشاہت کو بالکل تسلیم نہیں کیا اور یہ عذر پیش کیا کہ سلطنت کے لیے ایک ایسے شخص کا انتخاب ہونا چاہیے جو سمجھدار اور امور سلطنت کے سنبھالنے کے لائق اور شاہی خاندان سے ہو اس پر بعض امراء نے ایک غیر شخص احمد بن شاہ طاہر کو جسے خاندان نظام شاہی سے کسی قسم کا تعلق نہ تھا تخت نشین کرادیا۔ جس سے کچھ عرصہ تک بہادر نظام شاہ کے ہواخواہوں اور میاں منجھو کے مابین سخت لڑائیاں ہوتی رہیں بہادر نظام شاہ چونکہ چاند بی بی کا پوتا تھا اس لیے چاند بی بی اس کے لئے کوشاں تھی ان آپس کی آویزشوں اور تنازعات کے باعث احمد نگر نہ صرف غیر ماموں بلکہ جنگ وجدل کا مرکز بن گیا آخرکار چاند بی بی نے بڑی جدوجہد کے بعد امرا کی مدد سے بہادر نظام شا کو قلعہ میں

بہادر نظام شاہ تخت نشین کرادیا۔ اس کی تخت نشینی سے جو امراء ناخوش تھے انہوں نے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ آپس کی رقابت کا نتیجہ

[1] یہ احمد نگر کے امرائے عظام سے تھا۔ اس طوائف الملوکی کے زمانہ میں یہ وزیر اعظم ہوگیا تھا۔

یہ ہوا کہ ہندوستان اور دکن کے گوشہ گوشہ میں یہ واقعات برق و باد کی طرح پھیل گئے۔ اس موقع پر چاند بی بی کی خاطر سلطان ابراہیم عادل شاہ نے رفیع الدین شیرازی کو احمد نگر بھیجا تا کہ وہاں کا انتظام درست کرے لیکن اس کے آنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوا بلکہ بدستور لڑائی جھگڑے ہوتے رہے۔

میاں منجھو نے نمک حرامی کر کے شہزادۂ مراد کو احمد نگر آنے کی ترغیب دی۔ اکبر نے بھی تسخیر دکن کے لیے شہزادہ کے نام فرمان جاری کر دیا۔ شہزادہ تیس ہزار مغل لشکر لیکر یلغار کرتا ہوا احمد نگر پہنچا۔ بہادر نظام شاہ اور چاند بی بی محصور ہو گئے۔ ایک طویل محاصرے اور سخت کش مکش کے بعد چاند بی بی نے مجبور ہو کر برار کا علاقہ شہزادے کے حوالے کر دیا۔ اور اس نقصان کے بعد باہم مصالحت ہوئی۔

۱۰۰۸ھ میں جب شہزادہ مراد کا انتقال ہوا تو اکبر نے دکن کی مہم شہزادۂ دانیال کے سپرد کی۔ دانیال ۱۰۰۸ھ کے اخیر زمانہ میں دوسری بار احمد نگر پر حملہ آور ہوا۔ آخر الامر مغلیہ لشکر کو کامیابی ہوئی اور قلعہ پر مغلوں کا تسلط ہو گیا۔

اس معرکہ میں ابتداً چاند بی بی نے قلعہ بند ہو کر مغلوں کا ایسا زبردست مقابلہ کیا تھا کہ دوبارہ یورش کرنے کی ان میں مطلق سکت نہ تھی۔ یکم محرم ۱۰۰۹ھ کو جب قلعہ فتح ہو گیا تو یہ خودکشی

کرکے چال بحق ہوگئی۔

مرتضیٰ نظام شاہ دوم | چاند بی بی کے مرنے کے بعد نظام شاہی سلطنت کا احمد نگر سے انقراض ہوگیا۔ لیکن ۱۰۰۹ھ میں امراء نے باہم متفق ہوکر مرتضیٰ نظام شاہ دوم کو پرینڈے کے قلعہ میں تخت نشین کیا۔ یہ شہزادہ شاہ علی بن برہان نظام شاہ اول کا بیٹا تھا۔

اس کے دور حکومت میں بھی حسب سابق بدنظمی پھیلی رہی اور امراء میں بدستور نفاق قائم رہا۔ ملک عنبر حبشی اور راجو دکنی اس عہد کے دو ذی اقتدار امیر تھے، ملک عنبر اس علاقہ پر قابض تھا جو احمد نگر سے شروع ہوکر تلنگانہ کے شمال میں بیڑ و دولت آباد سے ہوتا ہوا بندر چیول کے ساحل تک پھیلا ہوا تھا راجو دکنی کے مقبوضات دولت آباد کے شمال میں گجرات تک وسیع تھے یہ دونوں امیر اگرچہ اپنے اپنے علاقوں میں خود مختار بادشاہ بنے ہوئے تھے لیکن مرتضیٰ نظام شاہ کو بھی برائے نام بادشاہ تسلیم کرتے تھے۔

ملک عنبر اور راجو دکنی آپس میں ایک دوسرے کے سخت دشمن تھے، ان میں ہمیشہ جنگ و جدال رہا کرتا تھا۔ ابتداء میں راجو دکنی کو ملک عنبر پر فتوحات حاصل ہوتی رہیں جب ملک عنبر نے خان خاناں کا دامن پکڑا تو راجو دکنی کا زور ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد ملک عنبر نے مرتضیٰ نظام شاہ کے دارالحکومت پرینڈے پر

حملہ کیا۔ لیکن عادل شاہ نے جب اسے دھمکی دی تو خائف ہو کر اس نے مرتضیٰ نظام شاہ سے نہ صرف معذرت چاہی بلکہ اس کا بہی خواہ بن گیا۔

۱۰۱۶ھ میں مرتضیٰ نظام شاہ پرینڈے کو چھوڑ کر اپنے قدیم دارالسلطنت جنیر کو چلا آیا۔ اس زمانہ سے ملک عنبر مرتضیٰ نظام شاہ کا وزیر کل تھا۔

ملک عنبر دکن کے نامی گرامی اور ہر دلعزیز وزراء میں سے ہے اس تدبیر و لیاقت کا وزیر محمود گاواں کے بعد ہی نظر آتا ہے اس نے وزارت کی اہم خدمات ستائیس سال نہایت حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیں۔ اس کے زمانۂ وزارت میں بیجاپور اور گولکنڈہ کے بادشاہ قریباً نظام شاہیوں کے باج گزار ہو گئے تھے اور عادل شاہیوں کا بہت سا جدید ملک نظام شاہی سلطنت میں الحاق ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے مغلیہ افواج کے بھی دانت کھٹے کر دیے تھے۔

۱۰۳۵ھ میں ملک عنبر کا انتقال ہوا اور دو لڑکے فتح خاں اور چنگیز خاں اپنی یادگار چھوڑے۔

برہان نظام شاہ سوم | فتح خاں ملک عنبر کے انتقال کے بعد سلطنت کا وزیر کل مقرر ہوا لیکن اس میں اتنی قابلیت نہ تھی کہ امرا اور بادشاہ پر اپنا اثر قائم رکھتا۔ اس کے زمانۂ وزارت میں

مرتضیٰ نظام شاہ کا بیٹا برہان نظام شاہ ثالث جوان بھی ہوگیا، اس نے ایک وقت موقع پاکر فتح خاں کو محبوس کردیا۔ اور سلطنت کے جملہ کاروبار خود اپنے ہاتھ میں لے لیے اور اس زمانہ سے احمدنگر میں وزراء کی حکومت ختم ہوگئی۔

مرتضیٰ نظام شاہ ثانی کی وفات اور برہان نظام شاہ ثالث کی تخت نشینی کے مابین جو واقعات سرزد ہوئے ہیں۔ ان کے تذکرے سے تاریخیں ساکت ہیں۔

برہان نظام شاہ کے زمانہ میں عادل شاہی بادشاہ پھر طاقتور ہو گئے اِس سے بادشاہ کو اندیشہ پیدا ہوا ۔ اُس نے فتح خاں کو رہا کرکے دوسری بار پھر اپنا وزیر مطلق بنالیا۔ لیکن فتح خاں بجائے اِس کے کہ بادشاہ کو مشکلات سے نجات دلاتا الٹا اُسے قتل کرا دیا۔

حسین نظام شاہ دوم | برہان ثالث کے بعد اُس کا بیٹا حسین نظام شاہ ثانی تخت پر متمکن ہوا اور دو سال کی حکومت کے بعد مغلوں کے ہاتھ گرفتار ہوکر شاہ جہاں بادشاہ کے حکم سے قلعۂ گوالیار میں قید کردیا گیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ سوم | مورخین حسین نظام شاہ کی گرفتاری کو سلطنت احمدنگر کا خاتمہ خیال کرتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد ۱۰۴۳ھ میں شاہ جی مرہٹے نے اسی خاندان کے ایک شخص کو

مرتضیٰ نظام[1] شاہ کے نام سے شاہ گڈھ کے قلعہ میں سریر آرائے سلطنت کیا۔ اس نے تین سال حکومت کی اس کے بعد رجب ۱۰۴۶ھ میں اُسے گرفتار کر کے شہزادۂ اورنگ زیب کی خدمت میں دولت آباد بھیجا گیا۔ گویا یہ نظام شاہی خاندان کا آخری فرماں روا تھا۔ اس کے بعد نظام شاہی سلاطین کا نام دنیا سے بالکل مٹ گیا ؎



[1] یہ بادشاہ کس کا بیٹا تھا اس کا کسی تاریخ میں ذکر نہیں ہے۔

شجرۂ خاندان نظام شاہیہ

- (۱) احمد نظام الملک — سنہ ۹۱ھ، سنہ ۹۱۴ھ
  - (۲) برہان نظام شاہ اول — سنہ ۹۱۴ھ، سنہ ۹۶۱ھ
    - (۳) حسین نظام شاہ اول — سنہ ۹۶۱ھ، سنہ ۹۷۲ھ
      - (۴) مرتضیٰ نظام شاہ اول — سنہ ۹۷۲ھ، سنہ ۹۹۶ھ
        - (۵) میران حسین نظام شاہ — سنہ ۹۹۶ھ، سنہ ۹۹۷ھ
      - (۷) برہان نظام شاہ دوم — سنہ ۹۹۹ھ، سنہ ۱۰۰۳ھ
        - (۶) اسمٰعیل نظام شاہ — سنہ ۹۹۷ھ، سنہ ۹۹۹ھ
        - (۸) ابراہیم نظام شاہ — سنہ ۱۰۰۳ھ، سنہ ۱۰۰۳ھ
          - (۱۰) بہادر نظام شاہ — سنہ ۱۰۰۴ھ، سنہ ۱۰۰۹ھ
      - چاند بی بی
      - خدیجہ بی بی
      - شاہ قاسم
      - شاہ منصور
      - آقا بی بی
      - بی بی جمال
    - عبد القادر
    - شاہ علی
      - (۱۱) مرتضیٰ نظام شاہ دوم — سنہ ۱۰۰۹ھ، سنہ ۱۰۳۵ھ
        - (۱۲) برہان نظام شاہ سوم — سنہ ۱۰۳۵ھ، سنہ ۱۰۴۰ھ
          - (۱۳) حسین نظام شاہ دوم — سنہ ۱۰۴۰ھ، سنہ ۱۰۴۳ھ
    - شاہ حیدر
    - محمد باقر
    - خدا بندہ

چاند بی بی کے اجداد مادری

چاند بی بی کی ماں کا نام خونزہ ہمایوں تھا یہ امیر قرا محمد[1] کی اولاد سے تھی۔ جو ترکمانوں کے قبیلۂ قراقو ئیلو کا سردار تھا۔ امیر تیمور (سنہ ۷۷۱ھ - سنہ ۸۰۷ھ) کے خروج سے مدت پہلے آرمینیہ میں دریائے وان کے نیچے ترکمانوں کے دو قبیلے آباد تھے اُن کے پرچموں پر سیاہ اور سفید بھیڑوں کے نشانات ہوا کرتے تھے۔ سیاہ بھیڑ والوں کا لقب قراقو ئیلوں تھا اور سفید بھیڑ والے آق قو ئیلوں کے نام سے شہرت رکھتے تھے۔

پہلا قبیلہ قراقو ئیلو زیادہ طاقتور اور با اثر تھا اس کے سردار قرا محمد نے سلطان حسین جلائر (سنہ ۷۷۶ھ - سنہ ۷۸۴ھ) سے اتحاد و رابطہ قائم کر کے آرمینیہ اور آذر بائیجان میں اپنی مستقل حکومت قائم کر لی جس پر اس کی اولاد سنہ ۸۷۳ھ تک حکمراں رہی۔

---

[1] اس خاندان کے تفصیلی حالات کتب ذیل سے اخذ کئے گئے ہیں۔ تاریخ قطب شاہی قلمی۔ ماٰثر رحیمی جلد اول صفحہ ۱۱ و صفحہ ۶۵۔ حبیب السیر جزو سوم جلد سوم صفحہ ۱۲۰ تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۱۳۰

امیر تیمور نے امیر قرا یوسف (۷۹۰ھ - ۸۲۳ھ) کے تمام ملک پر قبضہ کرلیا، قرا یوسف یہاں سے فرار ہوکر سیدھا مصر چلا گیا۔ ۸۰۷ھ میں جب تیمور کا انتقال ہوا۔ تو یہ پھر اپنی سلطنت کو واپس آیا۔ اس کے بعد اس نے قزوین، ہمدان اور اصفہان فتح کیے۔ یہاں تک کہ ۸۱۳ھ میں سلطان احمد جلائر کو مار کر بغداد پر قابض ہوگیا۔

۸۲۳ھ میں امیر قرا یوسف کے انتقال پر اس کا لڑکا مرزا اسکندر تخت سلطنت پر متمکن ہوا اس نے کم وبیش ۱۸ سال مظفر و مامون حکومت کی۔

مرزا اسکندر کے بعد اس کا چھوٹا بھائی جہاں شاہ۔ شاہ رخ بن تیمور کی مدد سے تخت نشین ہوا اور شاہ رخ کی زندگی تک اُس کا مطیع و فرماں بردار بنا رہا۔ ۸۵۰ھ میں جب شاہ رخ نے انتقال کیا تو خود مختار ہوگیا۔

شاہ رُخ کے مرنے کے بعد اس کی اولاد اور جہاں شاہ کے درمیان ملک کے لیے لڑائیاں شروع ہوئیں۔ مرزا محمد بابر نے ۸۶۱ھ میں جب انتقال کیا تو ہرات پر جہاں شاہ کا قبضہ ہوگیا اور تمام ملک جو خراسان سے آذر بائجان تک پھیلا ہوا تھا جہاں شاہ کے اثر و اقتدار میں آگیا۔

اس خاندان کو بغداد میں حکومت کرتے ابھی ایک صدی بھی

نہ گذری تھی کہ تاتاری نسل کے ایک اور قبیلے' آق قوینلو نے زور پکڑنا شروع کیا اور ۸۷۲ھ میں قراقوینلو خاندان کو شکست دے کر تمام ملک پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد اس خاندان کے شہزادے جان کے خوف سے فرار ہونے لگے منجملہ ان کے چند افراد ہندوستان میں چلے آئے جن میں سلطنت قطب شاہیہ کا مورث اعلیٰ سلطان قلی قطب الملک' عبدالرحیم خانخانان کا باپ بیرم خاں اور جہاں شاہ کا پوتا مرزا خواجگی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

مرزا خواجگی کا ایک لڑکا میاں جیو اپنے اہل و عیال کے ساتھ براہِ سمندر داہل پہنچا اور یہاں سے احمدنگر آکر نظام شاہی دربار میں تقرب حاصل کیا اور اپنی لڑکی جس کا نام خونزہ ہمایون تھا۔ سلطان حسین نظام شاہ سے بیاہ دی۔ اور اسی کے بطن سے چاند بی بی پیدا ہوئی۔

فرشتہ کا بیان ہے کہ خونزہ ہمایوں میاں جیو بن خواجگی کی دختر تھی اور خواجگی آذر بائیجان کے بادشاہ۔ جہاں شاہ قراقوینلو کا پوتا تھا۔

> واین خونزہ ہمایوں دختر میاں جیو بن خواجگی پسرزادہ جہاں شاہ قراقونیلو بادشاہ آذر بائیجان است۔ (تاریخ فرشتہ مقالہ سوم صفحہ ۱۳۰)

چاند بی بی کی والدہ
خونزہ ہمایوں

خونزہ ہمایوں بڑی دلیر اور مدبر خاتون تھی۔ دکن میں جو بہادر عورتیں گزری ہیں اُن کی صفِ اول میں اس کا شمار ہوتا ہے، سیاست اور اصول حکمرانی میں یہ مردوں سے کسی طرح کم نہ تھی بلکہ بعض باتوں میں اُن پر بھی سبقت لی گئی۔

سلطان حسین نظام شاہ نے ۹۷۲ھ میں انتقال کیا اس کے بعد مرتضیٰ نظام شاہ تخت نشین ہوا۔ چونکہ مرتضیٰ نظام شاہ اس وقت کمسن تھا اس لیے خونزہ ہمایوں انتظام سلطنت میں بیٹے کی قایم مقام رہی۔ مشہور امیر ملا عنایت اللہ کو اس نے اپنا پیشوا مقرر کیا۔ قاسم بیگ جو یہاں کا ایک با اثر امیر تھا اس کا مشیر خاص تھا یہ دونوں ہر روز محل پر جاتے اور ملکہ پسِ پردہ بیٹھ کر اُن سے مشورہ کرتی۔ اس کے بعد احکام جاری ہوتے تھے۔

ملکہ کے دو بھائی عین الملک اور تاج خاں تھے اور ایک خواجہ سرا اعتبار خاں تھا جو اس کا بڑا راز دار تھا اور اس پر یہ بھروسہ کرتی تھی۔

اس بیگم نے احمد نگر پر ایک مطلق العنان فرماں روا کی حیثیت سے حکومت کی ہے اس کا عہد حکومت تاریخ احمد نگر میں بڑا بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس کا ملکی انتظام معدلت گستری اور رعایا پروری دوسرے سلاطین کے لیے سرمایۂ بصیرت ہے۔ اس نے نظم مملکت میں جو اصلاحات کیے تھے اس سے اس کی روشن خیالی کا پتہ چلتا ہے۔

اس کے عہد میں احمد نگر کئی مرتبہ عرصۂ کارزار رہا۔ اور احمد نگر والوں نے دوسرے شہروں پر فوج کشی کی۔ اس بیگم سے جو معرکے منسوب کیے جا سکتے ہیں یا جن میں یہ بہ نفس نفیس شریک رہی ہے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۹۷۳ھ میں سلطان علی عادل شاہ نے تلگنڈہ اور نزنال کو فتح کرنے کا تہیہ کیا۔ یہ علاقہ ینکٹا دری کے قبضہ میں تھا۔ اس نے خونزہ ہمایوں سے مدد چاہی۔ چنانچہ خونزہ ہمایوں کی مدد کے باعث علی عادل شاہ یورش نہ کرسکا۔

اسی سال علی عادل شاہ نے خونزہ ہمایوں کی شرکت سے برار پر حملہ کیا۔ لیکن تفال خاں حاکم برار نے عادل شاہ سے،

تحف وہدایا بھیجکر صلح کرلی اور عادل شاہ نے خونزہ ہمایوں کو راضی کرکے محاصرہ اٹھالیا۔

نظام شاہی لشکر جب احمدنگر کو واپس ہو رہا تھا تو اس وقت عادل شاہ کی فوج نے نظام شاہ کا مال واسباب لوٹ لیا اس پر نظام شاہی فوج برسرِ پیکار ہوگئی۔ لیکن خیر خواہانِ سلطنت نے رفع شر کرا دیا۔

سنہ ۹۷۱ھ میں علی عادل شاہ نے ابراہیم قطب شاہ پر فوج کشی کا قصد کیا۔ جس سے ابراہیم قطب شاہ سخت پریشان تھا اس نے خونزہ ہمایوں سے نہایت عاجزی کے ساتھ درخواست کی۔ جسے خونزہ ہمایوں نے بسر و چشم منظور کرلیا۔ ابراہیم قطب شاہ راجہ یل تمراج کو اپنے ہمراہ لیکر دریائے کرشنا پر نظام شاہ کی آمد کا منتظر تھا۔ اس موقع پر خونزہ ہمایوں کو مشیروں نے صلاح دی کہ راجہ یل تمراج سے دو لاکھ ہون نعل بہا کا مطالبہ کیا جائے جب یل تمراج کو اس کا علم ہوا تو بہت گھبرایا۔ ابراہیم قطب شاہ نے خونزہ ہمایوں اور مرتضیٰ نظام شاہ کو سمجھانے کی ہر چند کوشش کی لیکن انھوں نے اس کی ایک نہ سنی، قریب تھا کہ آپس میں جنگ و جدال ہو جائے مگر یل تمراج اور قطب شاہ خود ہی اپنے اپنے ملک کو واپس ہوگئے۔ اس اثناء میں عادل شاہ بھی آگیا، اس نے نظام شاہ کو اکیلا پاکر واپسی کا راستہ بند کردیا۔ خونزہ ہمایوں اور

عادل شاہ نے آپس میں لڑنے کی بجائے قطب شاہ کے علاقوں کویل کنڈہ اور گھن پورہ میں لوٹ مار مچادی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کو بری طرح احمدنگر تک پسپا ہونا پڑا۔

۹۷۰ھ میں کشور خاں نے جو علی عادل شاہ کا سب سے زیادہ مقرب امیر تھا۔ نظام شاہ کے قلعداروں سے سازش کر کے قصبۂ کندالہ کو دھوکہ سے لے لیا۔ جب خونزہ ہمایوں کو یہ خبر پہنچی تو اس نے دکنی سرداروں کو کندالہ کی بازیافت کے لیے روانہ کیا۔ ناکامی ہونے کے باوجود خونزہ ہمایوں اِس حصۂ ملک کو واپس لینے کی برابر کوشش کرتی رہی۔

اس دوران میں بعض امراء نے سازش کی کہ مرتضیٰ نظام شاہ کو خونزہ ہمایوں سے لڑا دیا جائے۔ چنانچہ ۹۷۶ھ میں مرتضیٰ نظام شاہ نے ماں کو گرفتار کرنے کا تہیہ کیا لیکن ناکام رہا۔ خونزہ ہمایوں نے مرتضیٰ کی اس باغیانہ حرکت کا کوئی خیال تک نہیں کیا۔

اسی زمانے میں کشور خاں نے بڑا سر اٹھایا جس سے خونزہ ہمایوں بہت مشوش تھی۔ اس نے ۹۷۷ھ میں مرتضیٰ نظام شاہ کو اپنے ساتھ لے کر مقابلہ کے لیے کوچ کیا۔ افسوس کہ یہ آرزو اس کے دل ہی دل میں رہ گئی یعنے مرتضیٰ نظام شاہ نے ماں کو دھوکے سے راستہ میں گرفتار کرلیا اور مرتے دم تک اس کو قید میں رکھا

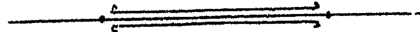
خونزہ ہمایوں کو مرتضیٰ نظام شاہ سے بڑی محبت تھی اگر اس کو

تخت و تاج کی ہوس ہوتی تو وہ مرتضیٰ نظام کو نہایت آسانی سے محروم کر سکتی تھی۔

اس بیگم میں حکومت کرنے کا ایسا مادّہ تھا کہ عورت تو کیا بلکہ مردوں میں بھی کم پایا جاتا ہے وہ ہر معمولی بات پر غور کرتی تھی ۔ اس میں خاص خوبی یہ تھی کہ مستقل الرّائے تھی۔

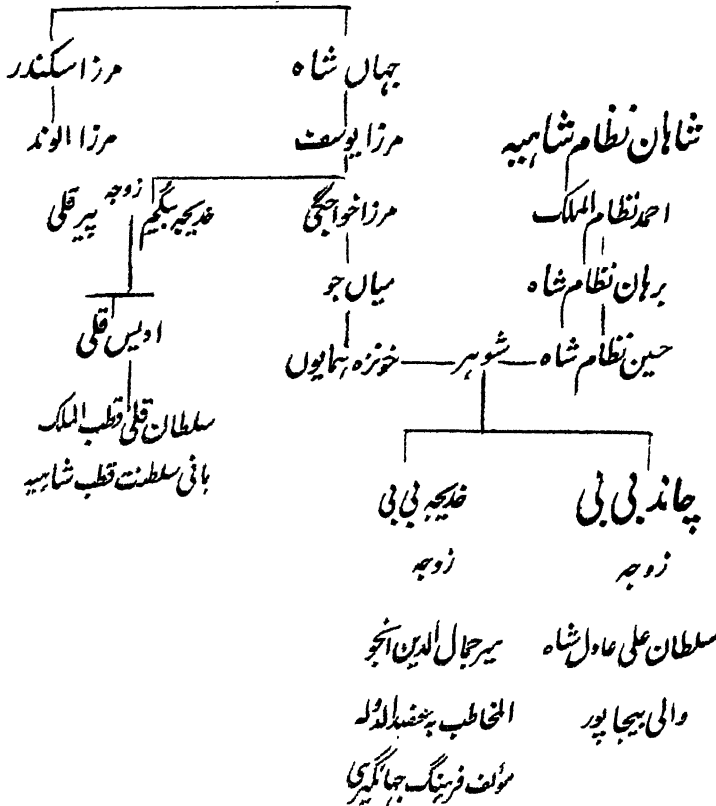
اس کے چار اولادیں ہوئیں۔

۱ - سلطان مرتضیٰ نظام شاہ
۲ - برہان نظام شاہ
۳ - چاند بی بی (چاند سلطانہ) منکوحہ سلطان علی عادل شاہ اول
۴ - خدیجہ بی بی منکوحہ میر جمال الدین انجو



چاند بی بی کا شجرۂ نسب

جس سے پدری اور مادری دونوں سلسلے ظاہر ہوتے ہیں



چاند بی بی کی ولادت

چاند بی بی کا سن ولادت اور اس کے عہد طفولیت کے حالات کسی مورخ نے بیان نہیں کیے ہیں۔ تاریخ شہابی[1] سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ انتقال کے وقت اس کی عمر پچاس سال سے کسی قدر متجاوز تھی۔ اس اعتبار سے ۹۵۷ھ اس کی پیدائش کا سال قرار پاتا ہے۔

---

[1] یہ کتاب قاضی شہاب الدین نبیرۂ قاضی عبد الغنی احمد نگری کی تصنیف ہے جو بارہویں صدی ہجری میں گزرا ہے۔



سلطان علی عادل شاہ اول

چاند بی بی کی شادی

چاند بی بی کی شادی سلطان علی عادل شاہ والی بیجاپور سے سنہ ۹۷۱ھ میں ہوئی[1]۔ شادی کے اسباب مورخ فرشتہ اور رفیع الدین شیرازی نے یہ بیان کیے ہیں کہ سلاطین احمد نگر اور شاہان بیجاپور میں شولاپور اور کلیان کے بارے میں نزاع ہوگئی تو سلطان علی عادل شاہ (سنہ ۹۶۸ھ تا سنہ ۹۷۰ھ) نے دو مرتبہ احمد نگر کا محاصرہ کیا۔ اور سلطان حسین نظام شاہ کو بُری طرح شکست دی۔ ان لڑائیوں میں بیجانگر کا رامراج بھی شاہ بیجاپور کا ہمنوا ہوگیا تھا اس تاخت و تاراج سے احمد نگر کی حالت نہایت ابتر ہوگئی۔ چنانچہ موقع سے فائدہ اٹھا کر رامراج نے اپنی قوت کو مستحکم کرلیا، رفتہ رفتہ بیجانگر کے حدود بھی وسیع ہوتے گئے۔ اس غیر معمولی ترقی اور وسعت سے شاہان دکن کو خوف ہونے لگا۔ رامراج کو ان سلاطین کے

---

[1] تاریخ فرشتہ، مقالہ سوم روضۂ دوم صفحہ ۳۸۔ تذکرۃ الملوک قلمی۔ بساتین السلاطین صفحہ ۹۴۔ تاریخ احمد نگر قلمی جامع العلوم دستور العلماء جلد اول صفحہ ۷۔ تاریخ قطب شاہی قلمی۔ حدیقۃ العالم جلد اول صفحہ ۱۴۳۔ واقعات مملکت بیجاپور حصۂ اول صفحہ ۱۱۱۔

اقتدار اور ان کے باہمی مناقشات کا پہلے ہی سے علم تھا۔ یہ سمجھتا تھا کہ اس سے مقابلہ کرنے کی کسی میں ہمت نہیں ہے۔ رامراج کو اپنی قوت پر پورا بھروسہ تھا۔ اور کسی کی ہستی اس کی نظر میں نہیں جچتی تھی۔ زمانہ قدیم سے دستور تھا کہ سلاطینِ دکن کے سفیر بیجانگر آتے اور راجگان بیجانگر اپنے سفیروں کو سلاطین دکن کے درباروں میں بھیجا کرتے۔ لیکن رامراج نے جب اقتدار حاصل کر لیا تو اپنے سفیروں کا دکنی درباروں میں بھیجنا یک لخت موقوف کر دیا۔ اور ان کے جو سفیر اس کے دربار میں آیا کرتے تھے۔ ان سے اس کا برتاؤ اچھا نہ تھا۔ اس کے اس طرزِ عمل سے علی عادل شاہ کو بیحد رنج پہنچا۔ اور اس کو رام راج سے جس قدر خلوص اور محبت تھی اس سے کہیں زیادہ بغض و عناد پیدا ہو گیا۔ اس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ جس طرح بھی ہو رام راج کو نیچا دکھائے۔ لیکن رام راج جیسے اولوالعزم سے مقابلہ کرنا آسان کام نہ تھا اس لیے اُس نے حسین نظام شاہ سے اتحاد کرنے کے لیے کشور خاں اور ابو تراب خاں کو اپنا وزیر کل بنایا۔ یہ دونوں اس زمانے کے بڑے سیاست داں اور مدبّر تھے۔ انھوں نے سب سے پہلے سلطان ابراہیم قطب شاہ سے روابط پیدا کرنے کے لیے اپنے قاصد گولکنڈہ بھیجے۔ سلطان ابراہیم قطب شاہ، رام راج کا پہلے ہی سے سخت دشمن تھا۔ اس نے اپنے وزیر اعظم مصطفےٰ خاں اردستانی کو علی عادل شاہ کے پاس تجدید تعلقات کے لیے روانہ کیا۔ علی عادل شاہ نے

رام راج کے خلاف اپنے ارادہ کا یقین دلایا تو مصطفےٰ خاں
یہاں سے سیدھا احمدنگر گیا اورحسین نظام شاہ کو بھی ان واقعات
سے مطلع کیا۔ حسین نظام شاہ بھی رام راج سے خار کھایا ہوا تھا۔
اس نے قطب شاہ کی رائے سے اتفاق کر کے عادل شاہ کو مدد
دینے کا وعدہ کرلیا۔ مصطفےٰ خاں بڑا دور اندیش تھا۔ اس نے
قاسم بیگ اور ملا عنایت قاضی سے کہا کہ اس شرط کو برقرار رکھنے
کے لیے ایسی تجویز کرنی چاہیے کہ ان سلاطین کے باہمی تعلقات
پھر کبھی خراب نہ ہوں۔ اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ سلطان حسین
اپنی بیٹی چاند بی بی سلطان علی عادل شاہ سے منسوب کرے۔ اور
علی عادل شاہ اپنی بہن ہدیہ سلطان کا بیاہ حسین کے فرزند
مرتضیٰ نظام شاہ سے کردے تاکہ اس رشتہ کے باعث ہردو
آپس میں شیروشکر ہو جائیں۔ اس تجویز کو مصطفےٰ خاں نے
صلابت خاں نائب احمدنگر کے توسط سے نظام شاہ کے حضور میں
پیش کیا۔ حسین نے اپنی رضامندی ظاہر کی۔ اور اس کے ساتھ
مصطفےٰ خاں نے حسین نظام شاہ سے یہ بھی طے کرا لیا کہ چاند بی بی
کے جہیز میں شولا پور کا پرگنہ جو مدت سے دونوں بادشاہوں میں باعث
نزاع ہے۔ بیجاپور کے حوالے کردیا جائے۔ مصطفی خاں، ملا عنایت اللہ
قاضی دونوں بیجاپور آئے۔ عادل شاہ کو ان واقعات سے آگاہ کیا
اور علی عادل شاہ نے بھی مراسم دوستی قایم رکھنے کی قسم کھائی۔ اس کے

بعد طرفین میں دھوم دھام سے شادی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ دونوں شادیاں ایک ہی تاریخ عمل میں آئیں اور چاند بی بی بیجاپور کو اور بی بی ہدیہ سلطان احمد نگر کو روانہ ہوئیں۔ اس موقع پر دونوں شہر بے حد آراستہ و پیراستہ کیے گئے تھے۔

اس تقریب میں جو کچھ انتظامات ہوئے اس کو ابراہیم زبیری نے بساتین السلاطین میں نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔

پس ہر دو طرف در تہیہ مواد و اسباب عیش و طرب در آمدند و بیک تاریخ آرایش بیجاپور و احمد نگر و آئین بندی ہر دو دارالسلطنت بہ وقوع آمد۔ درو دیوار وکوچہ و بازار ہر دو شہر آرایش مینو یافت۔ و ہر صغیر وکبیر و برنا و پیر اینجا بعیش و طرب گرآئیدہ عرایس مدعیات درکنار آرزو ہا یافتند قفل از گنجینہا و بند از خزانہا برداشتہ از زر و گوہر و خلعت و جوہر وقف عام گردانیدند در ہر کوچہ و بازار طنطنہ شادی و غلغلہ نشاط و خوش حالی تا گنبد اعلا رسانیدند رقاصانِ ناہید صدا در ہر جا و ہر مکان بہ جلوہ در آمدہ بہ آواز دلربا زہرہ را از شفقف سما بر بساط ثریا می آوردند و مطربانِ خوش آواز در ہر نشیمن دادِ سحر سازی دادہ آب از جریان و مرغ از طیران باز می داشتند در بزم ہائے خاص و محفل ہائے عالی دُر ریزی و جوہر بخشی کہ بی دریغ می شد و بر ہر کدام

از خواص و عوام که نثارهای رفت به کدام بیان شرح نتوان داد که
قلم از تحریر آرایش آن محفلها عاجز و زبان از تقریر آں زر پاشی و
جوہر بخشی ہا قاصر چوں ایام عیش و نشاط متمادی شد مدت سہ ماہ
درجشن ہائے شادی و مراسم طرب سازی انقضا یافت ہر یک
آن دُر مکنون دُرج عفت و عصمت را در حجلۂ نازان دو نوشاہ
تخت بختیاری فرستادند درۃ التاج شاہی و شہریارے اختر برج
بختوری و بختیاری چاند بی بی سلطان دارالسرور بیجاپور را بقدوم
میمنت لزوم خود منور ساخت و نیر اوج مہتری و بزرگواری
گوہر و برج برتری و کامگاری بی بی ہدیہ سلطان بہ طلعت
جہاں افروز خویش ساخت احمدنگر را نورانی گردانید۔

(بساطین السلاطین صفحہ ۹۴)

سلطان علی عادل شاہ کی وفات

سلطان علی عادل شاہ سلطنت بیجاپور کا پانچواں فرماں روا تھا۔ ۹۶۲ھ میں سلطان ابراہیم عادل شاہ کے انتقال کے بعد تخت پر بیٹھا اور ۹۸۰ھ میں ایک بریدی غلام کے ہاتھ مارا گیا۔ اس کے مفصل حالات مورخ فرشتہ اور ملا رفیع الدین شیرازی نے لکھے ہیں۔

یہ شاہان بیجاپور میں بڑا عادل اور منصف مزاج بادشاہ گذرا ہے۔ اس کے زمانے میں بیجاپور کو خوب ترقی حاصل ہوئی۔ اور یہ شہر ارباب فضل و کمال کا مرکز و مرجع بن گیا تھا۔ علی عادل شاہ کے بعد اس کے بھائی طہماسپ کا بیٹا ابراہیم عادل شاہ (۹۸۰ھ میں) نو سال کی عمر میں تخت نشین ہوا اس کا عہد حکومت دکن کی تاریخ کا دَورِ زرّین سمجھا جاتا ہے۔

لہ تاریخ فرشتہ مقالہ سوم روضۂ دوم صفحہ ۳۷، ۳۹ - تاریخ بساتین السلاطین ابراہیم زبیری صفحہ ۱۴۴- تاریخ واقعات بیجاپور حصۂ اول صفحہ ۹۷، ۱۶۱-

چاند بی بی
اور سلطنت بیجاپور کا نظم و نسق[1]

علی عادل شاہ کے عہد حکومت میں چاند بی بی نے اپنی زندگی کا جو زمانہ بیجاپور میں بسر کیا ہے۔ اس کے واقعات تاریخوں میں نہیں ملتے ہیں۔ البتہ سلطان ابراہیم عادل شاہ کی تخت نشینی کے بعد سے چاند بی بی سلطنت بیجاپور کے استحکام و انتظام میں منہمک نظر آتی ہے۔ اس زمانہ سے اس کا نام بیجاپور کی تاریخوں میں نمایاں ہوا ہے۔ چنانچہ جب سلطان ابراہیم عادل شاہ تخت نشین ہوا، اس وقت اس کی عمر نو سال کی تھی۔ سلطان اس عمر سے سن تمیز کو پہنچنے تک چاند بی بی کے زیر پرورش رہا۔

علی عادل شاہ کی وفات اور ابراہیم کی تخت نشینی کے وقت

---

[1] تاریخ فرشتہ صفحہ ۴۹ - تذکرۃ الملوک قلمی - بساتین السلاطین صفحہ ۱۵۳، ۱۵۲، ۱۶۱، ۱۶۳ - حدیقۃ العالم جلد اول صفحہ ۱۶۹، ۱۷۶، ۱۸۹ - تاریخ دکن حصہ دوم صفحہ ۱۱۷، ۱۱۹، ۱۲۲، واقعات مملکت بیجاپور جلد اول صفحہ ۱۶۳، ۱۶۶، قاموس المشاہیر جلد اول صفحہ ۱۸۸ -

بیجاپور میں امراء کو بڑا تسلط حاصل ہو گیا تھا۔ سلطنت کا جملہ نظم و نسق انہیں کے قبضہ میں تھا۔ مصنف تذکرۃ الملوک نے اس عہد کے حالات خوب شرح وبسط کے ساتھ تحریر کیے ہیں۔ چنانچہ ابراہیم عادل شاہ کے درباری کوائف بیان کرتے ہوئے ایک موقع پر لکھنا ہے۔ جب کامل خاں دکنی نائب سلطنت مقرر ہوا تو اس وقت بادشاہ کے تخت پر جلوہ فرما ہونے کا یہ معمول تھا کہ سُلطان صرف چہارشنبہ اور جمعہ کے دن برائے نام تخت پر بیٹھایا جاتا اس روز امراء اور اعیان سلطنت آکر سلام اور نذریں پیش کیا کرتے اس کے سوا باقی ایام میں نائب السلطنت خود احکام وغیرہ جاری کیا کرتا تھا۔ اس نے اپنے لوگوں کو بڑی بڑی خدمتیں دے رکھی تھیں۔ حتیٰ کہ بیجاپور کا قلعہ دار بھی خود اسی کا آدمی تھا۔ اس نے سلطنت پر حاوی ہوکر بادشاہی خزانہ کو بھی اپنے تصرف میں لانے کی کوشش کی چنانچہ محلات شاہی کی تنخواہیں بھی خود ہی محل میں جاکر تقسیم کیا کرتا تھا۔

چاند بی بی نے جب ملک کی بدنظمی اور امراء کے عروج کا یہ حال دیکھا تو اس کو شبہ ہو گیا کہ سلطنت چند دن کے بعد قبضہ سے جاتی رہیگی اور تمام ملک پر امراء متصرف ہو جائینگے۔ اس لیے چاند بی بی کو ان کے انسداد کا خیال دامن گیر ہوا اور اس نے ابتداً کامل خاں دکنی کے یہاں کہلا بھیجا کہ بادشاہ

کمسن ہے تم کو سلطنت میں جدید احکام نافذ کرنے کی ضرورت نہیں، جب بادشاہ بڑا ہوگا وہ اپنے اختیار سے اس قسم کے احکام دے گا لیکن اس کا نتیجہ مخالف نکلا اور کامل خاں نے ناراض ہوکر نظم سلطنت کے بارے میں چند جدید قوانین اور وضع کر دیے۔ اس واقعہ نے چاندبی بی کو برافروختہ کر دیا اور یہ چپکے چپکے کامل خاں کے استیصال کی تدبیریں سوچنے لگی۔ اس وقت امراء میں کشور خاں بڑے دبدبے کا امیر تھا، چاندبی بی نے اس کو طلب کیا اور سارے واقعات گوش زد کیے۔ کشور خاں کو اتنا غصہ آیا کہ ایک روز موقع پاکر اس نے کامل خاں کو جان سے مار ڈالا۔

چاندبی بی جب کامل خاں کو قتل کرا چکی تو سلطنت کا عہدۂ نیابت افضل خاں شیرازی کے تفویض کیا اس کے زمانۂ وزارت میں گولکنڈہ احمدنگر اور بیجانگر کے بادشاہ اور راجاؤں نے بیجاپور کے بعض علاقوں پر حملے شروع کیے۔ چاندبی بی نے ان کی مدافعت کیلئے افضل خاں کو روانہ کیا جس نے قطب شاہ اور نظام شاہ کو شکست فاش دی۔ افضل خان جب جنگی مہمات میں مصروف تھا تو چاندبی بی نے چند روز کے لیے کشور خاں کو عہدۂ وزارت سرفراز فرمایا۔

افضل خاں نے جب مہمات مفوضہ میں کامیابی حاصل کرلی۔ اور مظفر ومنصور واپس ہوکر قلعہ شاہ درک میں مقیم ہوا تو کشور خاں نے

افضل خاں کے یہاں بادشاہ کی جانب سے کہلا بھیجا کہ لڑائیوں میں جس قدر مال غنیمت ہاتھ آیا ہے وہ سب دارالسلطنت بھیجدیا جائے۔

اس پیغام سے افضل خاں کو بہت طیش آیا۔ اس نے چاند بی بی کے نام ایک عرضی لکھی اور اس میں کشور خاں کے طرز ناروا کی شکایت کی اور یہ بھی تحریر کیا کہ اس جگہ کے لیے اگر مصطفیٰ خاں اردستانی یاد فرمایا جائے تو بہتر ہے اس زمانے میں کشور خاں کو اس قدر اقتدار حاصل ہوگیا تھا کہ اس کے نزدیک بادشاہ کی بھی کوئی وقعت نہ تھی۔

چاند بی بی نے افضل خاں کی درخواست منظور کرلی اور مصطفےٰ خاں کی طلب میں بنکاپور کی جانب قاصد روانہ کیے۔

کشور خاں کو جب اس کارروائی کا علم ہوا تو اس نے امین خاں کو ایک مختصر سی فوج دے کر بنکاپور بھیج دیا۔ تاکہ وہ اسے بیجاپور آنے سے باز رکھے۔ راستہ میں دونوں کا مقابلہ ہوگیا اور امین خاں نے مصطفےٰ خاں کو مار ڈالا۔

مصطفےٰ خاں کے قتل ہونے کے بعد کشور خاں کو اچھی طرح اطمینان ہوگیا کہ اب اس کا کوئی مد مقابل نہیں ہے۔ چاند بی بی کو جب اس سازش کا حال معلوم ہوا تو بہت غضب ناک ہوئی اور کشور خاں کو اپنے پاس طلب کرکے بُرا بھلا کہا۔ اس واقعہ سے چاند بی بی اور کشور خاں میں علانیہ مخالفت ہوگئی اور کشور خاں نے ایک روز دربار منعقد کرکے چاند بی بی پر اتہام باندھا کہ یہ بیجاپور کی تمام راز کی خبریں اپنے

بھائی مرتضیٰ نظام شاہ کو بھیجا کرتی ہے۔ ان باتوں کا امرا پر بُرا اثر پڑا۔ اور اکثر امرا کشور خاں کے شریک حال ہوگئے اس کے بعد اس نے چاند بی بی سے شاہی محل خالی کرنے کا مطالبہ کیا۔ چاند بی بی نے محل خالی کرنے سے انکار کیا تو کشور خاں نے خفا ہوکر بہت سی عورتوں کو محل میں گھس جانے کا حکم دیا۔ انھوں نے چاند بی بی کو جبراً وقہراً محل سے باہر کرکے پالکی میں سوار کرا دیا۔ اس کے بعد چاند بی بی قلعہ ستارہ میں نظر بند کر دی گئی۔

فرشتہ نے اس واقعہ کو اپنی تاریخ میں اسی طرح لکھا ہے۔ لیکن ایک دوسرے مورخ کا بیان ہے کہ صرف چاند بی بی پالکی میں سوار تھی اس کی سہیلیاں اور کنیزیں بیلوں کی ننگی پیٹھ پر ننگے سر سوار کرائی گئی تھیں۔ یہ منظر اس قدر عبرتناک تھا کہ شہر کے لوگ اس کی سواری دیکھ کر آہ وزاری کر رہے تھے۔ بساطین کا مصنف لکھتا ہے کہ یہ واقعہ اس قدر جاں گداز تھا کہ پتھر کے دل بھی پگھل گئے۔

ابراہیم چونکہ کمسن تھا وہ اس سازش کا مقابلہ نہ کرسکا لیکن جو امرا نظام شاہ اور قطب شاہ کے مقابلہ کو روانہ کیے گئے تھے۔ ان کو جب اس کا علم ہوا تو وہ فوراً بیجاپور چلے آئے، کشور خاں ان سے مقابلہ کی تاب نہ لاکر بجانب احمد نگر فرار ہوگیا۔ اسی دن ابراہیم کی ماں نے اخلاص خاں حبشی کو نائب سلطنت مقرر کرکے خیل وحشم

کے ساتھ ستارہ بھیجا۔ جہاں سے چاند بی بی نہایت عزت و احترام کے ساتھ بیجاپور لائی گئی۔

اخلاص خاں بہت تند مزاج اور عجلت پسند امیر تھا جس کے باعث اکثر امرائ اس سے بدظن تھے۔ اسی زمانے میں پھر قطب شاہ اور نظام شاہ نے بیجاپور کو تاراج کرنے کا تہیہ کیا۔ یہ وقت سلطنت کے لیے بڑا ہی نازک تھا چاند بی بی نے اس وقت جو کام کیا وہ بیجاپور کی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھے جانے کے لایق ہے۔

سب سے پہلے چاند بی بی نے یہ کیا کہ اخلاص خاں اور حمید خاں کو اپنے ہاں طلب کیا اور کہا کہ تمہاری نیابت سے امراء اور فوج بے دل ہے جو ملک کی تباہی کا پیش خیمہ ہے۔ میری رائے ہے کہ چند دن کے لیے آپ حضرات کو علحدہ کر کے ان جگہوں پر دوسرے با اثر امراء کا انتخاب کیا جائے۔ اخلاص خاں اگرچہ حد درجہ سرکش اور متکبر تھا۔ تاہم اس نے چاند بی بی کے کہنے کو بسرو چشم قبول کرلیا۔ اس کے بعد چاند بی بی نے اس خدمت پر شاہ ابوالحسن کو مقرر کر کے قطب شاہ اور نظام شاہ سے لڑنے کے لیے فوجیں روانہ کیں۔

ابراہیم سن و شعور کو پہنچنے کے بعد چاند بی بی کا بہت ادب و احترام کرتا تھا۔ اور چاند بی بی ابراہیم کے جوان ہونے کے بعد بھی امور سلطنت میں پہلے کی طرح دخیل تھی۔ جب شہزادہ کاروبار سلطنت چلانے کے قابل ہوگیا تو اس وقت بھی اس سے مشورہ لیے بغیر سلطنت کا کوئی کام انجام نہیں دیتا تھا۔

چاند بی بی کی مراجعت بیجاپور سے احمد نگر کی جانب

رفیع الدین شیرازی اور ابراہیم زبیری کے تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ چاند بی بی[۱] سنہ ۹۷۱ھ میں احمد نگر سے بیجاپور آئی۔ اور سنہ ۹۹۲ھ تک تقریباً اکیس سال یہیں رہی اور اس اثنا میں کسی وقت بھی احمد نگر کو واپس نہیں گئی۔

ابراہیم عادل شاہ ثانی نے سنہ ۹۹۰ھ کے حدود میں دلاور خاں کو اپنا وزیر اعظم مقرر کیا۔ یہ شخص امرائے بیجاپور میں نہایت ہوشیار وجاں نثار تھا۔ لیکن اس وقت بیجاپور کی حالت نہایت ابتر ہو گئی تھی۔ اور آئے دن کی معرکہ آرائیوں سے ملک پامال ہو رہا تھا۔ اس نے سنہ ۹۹۲ھ میں صلابت خاں وزیر اعظم احمد نگر کے پاس اپنا ایلچی بھیجکر مصالحت کرلی۔ کیونکہ ابراہیم کی تخت نشینی کے بعد ان میں اور

---

[۱] تذکرۃ الملوک قلمی۔ تاریخ دکن حصہ دوم صفحہ ۱۴۸۔ تاریخ فرشتہ مقالہ سوم روضۂ سوم صفحہ ۵۶، ۱۴۴، ۱۴۶۔

نظام شاہیوں میں کشیدگی بڑھ گئی تھی۔ اور کئی مرتبہ نظام شاہیوں نے بیجاپور پر حملہ کر کے ملک کو نقصان پہنچایا تھا۔

دلاور خاں کے اس اتحاد کا نتیجہ یہ ہوا کہ سنہ ۹۹۲ھ میں مرتضیٰ نظام شاہ نے ابراہیم عادل شاہ کے پاس ایک خط بھیجا جس میں اس نے اپنے بیٹے میران حسین کے لیے اس کی بہن بی بی خدیجہ سلطان (المشہور راجہ جیو) مانگی جسے ابراہیم عادل شاہ نے بخوشی منظور کر لیا۔ اور اسی سال احمد نگر سے قاسم بیگ بن احمد بیگ بزرگ و مرزا محمد تقی وغیرہ چار سو خاصہ خیل کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے دلہن کے لینے کے لیے بیجاپور آئے اور شاہ پور میں نوشہ کے لوگوں نے قیام کیا۔ یہ جشن طرفین میں بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منایا گیا۔ اس کے بعد دلہن احمد نگر بھیجی گئی۔ دلہن کے ساتھ چاند بی بی نے احمد نگر کا ارادہ کیا۔ اولاً اس وجہ سے کہ اُسے خدیجہ بی بی سے بے حد محبت تھی۔ دوم اس لیئے کہ اس کے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ سے بھی ملاقات کا موقع حاصل تھا۔ غرض دلہن اور چاند بی بی دونوں احمد نگر روانہ ہوئے۔ اور فرشتہ کی روایت کے موافق سنہ ۹۹۳ھ کے اواخر میں احمد نگر پہنچے۔

مورخ فرشتہ نے اس واقعہ کو اپنی تاریخ میں اس طرح بیان کیا ہے :۔

در سنہ اثنی وتسعین وتسعمائۃ مرتضیٰ نظام شاہ مکتوب مصادقت اسلوب بنیاد شاہ عدالت پناہ فرستادہ اظہار

مواصلت نمود وہمشیرہ اعیانی آنحضرت مسماۃ بی بی خدیجہ
سلطان المشہور براجہ جیو را برائے پسر خود میران شاہ حسین
خواستگاری کردہ درہمہ سال قاسم بیگ حکیم ولد قاسم بیگ
بزرگ و مرزا محمد تقی نظیری و دیگر اشراف و اعیان احمد نگر
با چہار صد نفر از مردم خاصہ خیل نظام شاہی در کمال
تجمل جہت ایقاع عقد و بردن عروس بہ بیجاپور آمدند و بعد از
چہار ماہ کہ از طرفین جشنہا و طویہائے بزرگ بوقوع پیوستہ
باتمام رسید، بی بی خدیجہ را بمقتضائے شریعت نبوی
علیہ الصلوٰۃ والسلام صیغہ عقد ازدواج شہزادہ
میران حسین گفتہ پالکی آن مخدرہ را ہمراہ چاند بی بی سلطان
کہ میل ملاقات برادر خود داشت بجانب احمد نگر روانہ
ساختند۔ (تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۵۶)

جب چاند بی بی احمد نگر آ گئی تو صلابت خاں نے شولاپور کی
واپسی کا ابراہیم عادل شاہ سے مطالبہ کیا۔ یہ علاقہ حسین نظام شاہ
نے چاند بی بی کے جہیز میں دیا تھا۔ اس پر ابراہیم عادل شاہ نے
برہم ہو کر نظام شاہیوں کے علاقوں پر یورش کی۔ مرتضیٰ نظام شاہ
صلابت خاں کی اس کارروائی سے بالکل ناواقف تھا۔ جب
اُسے لڑائی کی حقیقت معلوم ہوئی تو اُس نے صلابت خاں کو
وزارت سے معزول کر کے اس کی جگہ قاسم بیگ کا تقرر کر دیا اور

ابراہیم عادل شاہ سے صلح کرلی ۔

مورخ فرشتہ نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے:۔

درسنہ اثنیٰ وتسعین وتسعمائہ صلابت خان بموجب فرمان نظام شاہ، قاسم بیگ ومرزا محمد تقی نظیری را با جمعی از مردم معتبر بہ بیجاپور فرستاد تا خواہر عادل شاہ را جہت شہزادہ میراں حسین خواستگاری نمایند ...... قاسم بیگ و میرزا محمد تقی خواہر عادل شاہ را بمیراں حسین عقد بستہ با احمدنگر آوردند .... دراں زودی چاند بی بی زوجۂ علی عادل شاہ نیز جہت دیدن برادر خود نظام شاہ باحمدنگر آمدہ بملاقات وی فایض گردید۔ صلابت خاں بدلاور خاں وکیل السلطنۃ عادل شاہ پیغام کرد کہ حسین نظام شاہ کہ قلعہ شولاپور را در جہیز چاند بی بی دادہ بود۔ اکنوں عادل شاہ فوت شد و چاند بی بی بیوہ گشتہ باین طرف آمدہ می باید کہ آں قلعہ تسلیم گماشتگان نظام شاہ نمایند دلاور خاں قبول آں امر ناکردہ صلابت خاں را اظہار رنجش نمود وخواہر عادل شاہ را مع شاہزادہ میراں حسین بہ دولت آباد فرستاد کہ ہرگاہ عادل شاہ قلعہ شولاپور بدہد جشن وطوی کردہ عروس را بداماد سپارند والا معطل وموقوف باشد .... دریں اثنا ابراہیم عادل شاہ بہ کنکاج دلاور خاں حبشی چنانکہ بباید بالشکر

از مخواه بجانب سرحد نظام شاه آمد و پیغام داد که عروس را بشهزاده میران حسین تسلیم نمایند با پالکی اورا واپس فرستند صلابت خاں جواب داد که تا قلعه شولاپور نمی دهید این مقصود بحصول نخواهد انجامید۔ عادل شاه از ستیزۂ صلابت خاں در مقام خصومت شده اوسه را محاصره کرد نظام شاه آن معنی را از صلابت خان دانسته یکباره از صلابت خان رنجش خاطر بهم رسانید .... نظام شاه وکالت خود بقاسم بیگ حکیم و وزارت خود به میرزا محمد تقی نظیری رجوع فرمود و حکم کرد که بعادل شاه صلح کنند وایشاں بفرموده عمل نمودند و عادل شاه صلح کرده از سرحد برگشت و خواهر عادل شاه را که هنوز بداماد نسپرده بود جشن وطوی بزرگ کرده بمیران حسین سپردند۔

(تاریخ فرشته جلد دوم صفحه ۱۴۴، ۱۴۵)۔

چاند بی بی کی جدوجہد
— بہادر نظام شاہ کیلئے

ابراہیم نظام شاہ[1] بن برہان نظام شاہ کے قتل کے بعد ملک میں ہر طرف فتنہ و فساد پھیل گیا جس کی وجہ سے احمد نگر کی سلطنت متزلزل ہوگئی۔ ابراہیم نظام شاہ کا وزیر میاں منجھو تھا جسے بادشاہ نے اپنی زندگی ہی میں خدمت سے سبکدوش کر دیا تھا۔ لیکن جب ابراہیم نے انتقال کیا تو اس نے شاہی خزانہ پر قبضہ کرلیا اور اپنا اثر و اقتدار بڑھانے کی کوشش شروع کی۔

مرتضیٰ نظام شاہ اول کے عہد اور صلابت خاں کی نیابت کے زمانے میں ایک مجہول النسب شہزادہ شاہ طاہر نامی احمد نگر میں آیا۔ اور اس نے اپنے نظام شاہی خاندان سے ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کا بیان تھا کہ

---

[1] تاریخ فرشتہ مقالہ سوم روضہ سوم صفحہ ۱۵۶ و ۱۵۷۔ تذکرۃ الملوک قلمی۔ دربار آصف جلد دوم صفحہ ۱۵۵۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد دوم صفحہ ۲۰۶۔ تاریخ احمد نگر صفحہ ۲۵۔ جامع العلوم ضمیمہ جلد اول صفحہ ۹ قاموس المشاہیر جلد اول صفحہ ۱۸۸۔

وہ شہزادہ خدا بندہ کا بیٹا اور برہان نظام شاہ اول کا پوتا ہے - جب سلطان حسین نظام شاہ تخت پر جلوہ فرما ہوا تو اس کا باپ خدا بندہ حسین نظام شاہ کے خوف سے ترکِ وطن کر کے بنگالہ چلا گیا۔ اور وہیں مرگیا۔ صلابت خاں کو اس کی باتوں پر اعتبار نہیں آیا۔ اس لیے حقیقتِ حال دریافت کرنے کے لیے بنگالہ کو ایلچی روانہ کیے۔ اور جب دروغ گوئی ثابت ہو گئی تو صلابت خاں نے اس کو قلعۂ دولت آباد میں قید کر دیا۔ یہاں کچھ عرصہ کے بعد اُس کا انتقال ہو گیا۔ لیکن اس کا ایک لڑکا احمد شاہ[1] دولت آباد میں موجود تھا۔ میاں منجھو نے اُسے احمد نگر میں لاکر ابراہیم نظام شاہ کی جگہ عین عیدالضحیٰ کے روز تخت پر بیٹھا دیا اور شہر کی تمام مساجد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اور بہادر نظام شاہ ابن ابراہیم نظام شاہ کو گرفتار کر کے قلعۂ جنیر میں محبوس کر دیا۔

میاں منجھو اور اس کے ہوا خواہ امرار کی اس سازش سے چاند بی بی کو سخت ملال ہوا اس نے سعی پیہم کے بعد اعیانِ دربار کو یہ باور کرایا کہ احمد شاہ نظام شاہی نسل سے نہیں ہے۔ بلکہ ایک مصنوعی شہزادے کا لڑکا ہے۔ جب یہ بات زبان زد خاص و عام ہو گئی تو اکثر امراء میاں منجھو سے برداشتہ خاطر ہو کر اس کا ساتھ چھوڑنے لگے اور اخلاص خاں حبشی

---

[1] گلدستہ بیجاپور میں لکھا ہے کہ اس وقت احمد شاہ ابن شاہ طاہر کی عمر چودہ سال کے لگ بھگ تھی۔

نے بڑی ہمت و جرأت سے کام لے کر شہر میں بہادر نظام شاہ کی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد شہزادے کے لانے کے لیے کئی آدمی قلعہ جنیر بھیجے، لیکن قلعدار میاں منجھو کا طرفدار تھا اس نے شہزادے کو رہا نہیں کیا۔ اخلاص خاں کو جب اس میں ناکامی ہوئی تو اس نے ایک غیر لڑکے موتی شاہ کو بہادر نظام شاہ کے لقب سے نامزد کر کے تخت پر بٹھا دیا۔ اس مخالفانہ جد و جہد کے باعث اخلاص خاں اور میاں منجھو کے درمیان لڑائیاں شروع ہو گئیں۔ جن میں اخلاص خاں ہمیشہ فتحیاب رہا۔

میاں منجھو نے جب اخلاص خاں کی کامیابی اور بہادر نظام شاہ کا یہ عروج دیکھا تو اس کی ساری امیدیں فوت ہو گئیں۔ ہراساں و پریشاں ہو کر ایک عرضی شہزادہ مراد کے یہاں لکھ بھیجی۔ اس میں شہزادہ کو احمدنگر پر حملہ کرنے کی ترغیب دلائی اور خود شہر حوالہ کرنے کا وعدہ کیا۔ اس زمانے میں مراد گجرات کا حاکم تھا۔ شہنشاہ اکبر نے بھی اسے تسخیر دکن کے احکام دیے تھے۔

ابھی عرضی پہنچی بھی نہ تھی کہ میاں منجھو کی فوجی حالت درست ہو گئی۔ وہ اپنی اس نازیبا حرکت پر بے حد پشیمان ہوا اور ۲۵ محرم ۱۰۰۴ھ کو قلعہ میں گھس کر موتی شاہ کو قید کر لیا۔ اسی دوران میں شہزادہ مراد بھی آٹھ ہزار سوار لے کر احمدنگر کی تسخیر کے لیے روانہ ہوا۔ شادی آباد (مانڈو) سے عبدالرحیم خان خاناں۔ شاہ رخ مرزا

شہباز خاں کنبوہ، راجہ جگناتھ، راجہ درگاہ، راجہ رامچندر اور بہت سے اعیان و امراء اپنی اپنی فوجیں لے کر شہزادے کے ہمراہ ہوگئے۔ راجہ علی خاں والی برہان پور نے بھی چھ ہزار سپاہی ساتھ کر دیے۔ شہزادہ بڑے تزک و احتشام سے مغل اور راجپوتوں کے تیس ہزار سپاہیوں کا لشکر جرار لیکر احمد نگر کے حدود میں داخل ہوا۔

میاں منجھو کو جب شہزادہ کے آنے کی خبر ہوئی تو بہت گھبرایا اور قلعہ کو چاند بی بی اور انصار خاں کے حوالے کر کے خود احمد شاہ کو ساتھ لے کر اوسہ چلا گیا۔

انصار خاں میاں منجھو کا خاص آدمی تھا۔ چاند بی بی کو اس سے اندیشہ لگا ہوا تھا کہ کہیں قلعہ مغلوں کے حوالے نہ کر دے اس لیے اس نے ازراہِ دُور اندیشی محمد خاں امیر سے کہہ کر اُسے قتل کرا دیا اس کے بعد قلعہ پر چاند بی بی کا بالکلیہ قبضہ ہوگیا۔

۲۳ ربیع الثانی ۱۰۰۴ھ کو شہزادہ مراد نے قلعہ کا محاصرہ کیا۔

اس وقت تخت احمد نگر کے (۵) دعویدار تھے۔ پہلا بہادر نظام شاہ۔ دُوسرا میاں منجھو کا احمد شاہ۔ تیسرا اخلاص خاں کا موتی شاہ۔ چوتھا شاہ علی بن برہان نظام شاہ۔ پانچویں حملہ آوران سلطنت مغلیہ۔

اخلاص خاں حبشی موتی شاہ کو لے کر دولت آباد میں مقیم تھا۔ شاہ علی کی عمر اس وقت ستر سال کے قریب ہوچکی تھی۔

چاند بی بی کا شہزادہ مراد سے مقابلہ[1]

میاں منجھو احمدنگر سے فرار ہوکر جب اوسہ پہنچا تو اپنے بیٹے حسن شاہ محمود اور مرتضیٰ خاں انجو کو ابراہیم عادل شاہ کے پاس بیجاپور بھیجا تاکہ وہاں سے کچھ امداد حاصل کرے۔ ابراہیم عادل شاہ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی اس وجہ سے کہ اُسے چاند بی بی کے باعث احمدنگر سے خاص دلچسپی تھی۔ اور اس کی بقا کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتا تھا۔ اس کے سوا دوسری سیاسی مصلحت یہ بھی تھی کہ اگر احمدنگر پر مغل قابض ہو جائیں تو ان کا اثر سارے دکن پر محیط ہو جائیگا اور اس سے دکنی سلطنتیں سخت خطرہ میں پڑ جائیں گی۔ بہرحال اس وقت ابراہیم نے کنارہ کشی خود اپنے لیے مہلک تصور کی اور چاند بی بی کی اعانت کے لیے تیس ہزار کا کثیر لشکر سہیل خاں کی سپہ سالاری میں احمدنگر روانہ کیا۔ محمد قلی قطب شاہ نے بھی سات ہزار سوار

---

[1] تذکرۃ الملوک قلمی۔ بساتین السلاطین منتخب اللباب جلد سوم صفحہ ۲۵۸۔ تاریخ احمدنگر صفحہ ۲۵ دستور العلما، ضمیمہ جلد اول صفحہ ۹۔ تاریخ دکن، حصہ دوم صفحہ ۲۴۹۔

اور پیادوں سے مدد کی ۔ اس وقت میاں منجھو قلعہ شاہ درک میں ٹھیرا ہوا تھا۔ اس نے اور اس کے بعد اخلاص خاں حبشی دونوں نے اپنے اپنے سپاہیوں کو بیجاپوری لشکر میں جذب کر دیا۔ اور اس طرح ساٹھ ہزار کی ایک عظیم الشان جرّار فوج مغلوں کی مدافعت کے لیے مہیا ہو گئی ۔

تاریخ دکن کے مصنف کا بیان ہے کہ اتنا بڑا اور مہیب لشکر تالیکوٹہ کی لڑائی کے بعد آج تک کسی موقع پر مجتمع نہیں ہوا تھا۔

مغلیہ فوج نے قلعہ کا نہایت سختی سے محاصرہ کیا اور اس کے اطراف مورچہ بندی کی۔ دوسرے دن چاندبی بی اور مغلوں میں لڑائی شروع ہو گئی۔ محاصرہ مسلسل تین ماہ تک قائم رہا۔لیکن اس سے مغلوں کی فوج کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچا ۔ اس معرکہ میں چاندبی بی نے جو داد شجاعت دی اس سے ہندوستان اور دکن کی تاریخیں لبریز ہیں اور یہی چاندبی بی کا سب سے مشہور اور ممتاز کارنامہ ہے ۔ ان ایام میں چاندبی بی نہایت ہمت و استقلال کے ساتھ مقابلہ کرتی رہی۔ اور جب مغل اپنے مورچے قلعہ کے قریب کرتے تو آتشباری کر کے انھیں پیچھے ہٹا دیا جاتا تھا۔

تاریخ احمد نگر کے مصنف نے ان لڑائیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :۔

مغلوں کے لیے قلعہ کو حاصل کرنا بے حد دشوار ہو گیا تھا

کیونکہ چاند بی بی نے اس بہادری سے انھیں روکا کہ وہ
قلعہ کی خندق تک بھی نہیں آسکے ۔

مغلوں کو جب عادل شاہ اور قطب شاہ کے لشکر کی آمد کا علم ہوا تو بہت دلگیر ہوئے انھوں نے امداد کے پہنچنے سے پہلے ہی قلعہ پر قابض ہوجانے کا مصمم تہیہ کرلیا۔ اور اس کے لیے شاہزاد مراد نے خاص طور پر خان خاناں کو طلب کیا اور حکم دیا کہ قلعہ۔ عادل شاہی فوج آنے سے قبل جس طرح بھی ممکن ہو فتح کرلیا جائے۔ شاہزادہ کے حکم کی تعمیل میں خان خاناں نے مورچوں سے قلعہ کی دیوار تک نیچے نیچے سرنگیں تیار کرانی شروع کیں[1] اور جب پانچ سرنگیں قلعہ کی دیوار تک مکمل ہوگئیں تو ان میں بارود اور پتھر بھروا دیے ۔

چاند بی بی نے بڑی سعی و کوشش کے بعد خواجہ محمد خاں شیرازی کو جو اکبر کے امرائے دربار سے تھا اپنا ہمراز اور دوست بنا لیا جو مراد کی پیشبندیوں سے چاند بی بی کو وقتاً فوقتاً آگاہ کرتا تھا

چاند بی بی کو جب سرنگوں کی خبر ملی تو ان کے تلاش کرنے کا حکم دیا۔ دوسرے روز جمعہ کی نماز تک دو سرنگیں معلوم کرلی گئیں اور ان سے بارود وغیرہ بھی نکال لی گئی ابھی تین سرنگوں کی تلاش جاری تھی کہ شہزادہ کے حکم سے ان میں آگ لگادی گئی ۔

---

[1] سرنگوں کی تاریخ تیاری ۲۸، جمادی الثانی ۱۰۰۴ھ ہے ۔

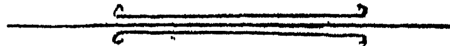
خافی خاں لکھتا ہے کہ شہزادہ مراد کا خیال تھا کہ احمد نگر کی فتح اس کے نام لکھی جائے اس لیے اس نے جلدی کر کے خان خاناں کی بلا اطلاع سرنگوں کو اڑایا۔ جس کا دھماکا اس قدر شدید ہوا کہ قلعہ کی دیوار پچاس گز کے قریب ایک دم منہدم ہوگئی۔

قلعہ والوں کو چونکہ اس کی اطلاع پہلے ہی مل چکی تھی اس لیے ان کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا۔ فصیل کے منہدم ہوتے ہی چاند بی بی نقاب ڈال کر محل سے باہر نکل آئی۔ اور اس شکستہ فصیل پر کھڑی ہوگئی مراد دوسری سرنگوں کے اُڑانے میں مصروف تھا۔ لیکن جب اُسے اس میں کامیابی نہیں ہوئی تو فوراً ٹوٹے ہوئے حصہ پر حملہ آور ہوا۔

چاند بی بی نے اس خطرناک شگاف پر کھڑے رہ کر اس بہادری اور عالی ہمتی سے مقابلہ کیا کہ مغلوں کے دانت کھٹے ہوگئے۔ اور ان کی ساری آن بان جاتی رہی۔ قلعہ کے سپاہیوں نے جب ملکہ کو بذاتِ خود مصروف کارزار دیکھا تو وہ بھی غضبناک ہو کر نہایت دلیری اور جاں بازی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنے لگے غروب آفتاب تک میدان رزم گرم رہا اور مغلیہ فوج پسپا ہو کر بے نیل و مرام واپس ہوگئی۔ چاند بی بی نے صبح ہونے سے پہلے ہی نہایت سرعت کے ساتھ شکستہ حصہ تعمیر کرادیا اور جب تک حصار دو تین گز بلند نہیں بنا خود وہیں کھڑی رہی اور یہ حصہ پہلے سے بھی مستحکم اور عریض تیار ہوگیا۔

مغلیہ مورخ لکھتے کہ جب شہزادہ اپنے خیمے پر واپس آیا تو اُسے اس شکست سے بے حد شرمندگی ہوئی اور چاندبی بی کی ہمت اور جرأت سے سخت حیران اور بے حد متاثر ہوا۔

اس عظیم الشان مقابلہ کے بعد چاندبی بی، چاند سلطانہ کے لقب سے موسوم و ملقب کی گئی۔



چاند بی بی اور شہزادہ مُراد کے مابین مصالحت

چاند بی بی کو اس تباہ کن واقعہ کے بعد یقین ہو گیا کہ آئندہ مغلوں سے مقابلہ کرنا کچھ آسان کام نہیں ہے۔ کیونکہ قلعہ میں فوج کی تعداد نہایت تھوڑی تھی۔ پس چاند بی بی نے ایک خط سہیل خاں کے نام روانہ کیا اور اُسے جلد سے جلد یہاں پہنچنے کی ہدایت کی۔ اتفاق سے یہ خط گرفتار ہو کر خان خاناں اور محمد صادق کے ہاتھ لگ گیا۔ مغل بھی جنگ سے تنگ آ گئے تھے۔ اور باوجود کثیر فوج رکھنے کے ہار مان لی تھی۔ اور قلعہ کے اوباش سپاہیوں نے پیہم چھاپے مار کر ان کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ انھوں نے بھی یہی مناسب خیال کیا کہ سہیل خاں سے مدد لی جائے اور ایک خط اس کے نام اس مضمون کا لکھا کہ یہ جھگڑا مدتِ مدید سے چلا آرہا ہے۔ اور ہمارے جو حقوق دکن میں ہیں اس کا تصفیہ آپ خود آکر فرما دیں۔ تاکہ آپس میں قتل و خوں ریزی کی نوبت

نہ آنے پائے۔

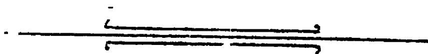
یہ دونوں خط سہیل خاں کے پاس اس وقت پہنچے جب کہ وہ بیڑ کے نواح میں مصروف سفر تھا۔ ان کے دیکھتے ہی یلغار کا حکم دیا۔

شہزادہ کو یقین ہوگیا کہ چاند بی بی کی موجودگی میں احمد نگر کا فتح ہونا بہت مشکل امر ہے۔ اور اس نے اس بارے میں محمد صادق اور خان خاناں سے مشورہ کیا تو خان خاناں نے صلح کی رائے دی۔ اس پر مغلوں کی جانب سے سید محمد مرتضیٰ سبزواری چاند بی بی کے پاس صلح کا پیغام لے کر آیا۔ ابتداءً چاند بی بی کو بعض شرایط کے باعث صلح ناپسند ہوئی۔ لیکن بعد میں لڑائی سے درگزر کر کے مغلوں سے خفیہ طور پر صلح کے شرایط طے کر لیے۔ معاہدہ کے بموجب برار کا تمام علاقہ اور چند پرگنات جو برید شاہیوں سے فتح کیے گئے تھے۔ مغلوں کے حوالے کر دینے پڑے۔ اس کے بعد چاند بی بی کے تصرف میں جو ملک باقی رہا وہ مہور (ماہور) سے بندر چیول اور پرینڈہ و دولت آباد سے گجرات تک پھیلا ہوا تھا۔

شعبان ۱۰۰۴ھ میں جب شرائط صلح کی تکمیل ہوگئی تو شہزادہ دولت آباد سے ہو کر برار واپس چلا گیا۔

اس صلح سے چاند بی بی کا یہ منشا تھا کہ احمد نگر مغلوں کی

...تاخت و تاز سے محفوظ و مامون ہو جائے لیکن نتیجہ خاطرخواہ برآمد نہیں ہوا ملکہ چاندبی بی اور اُمراء میں کشیدگی بڑھ گئی اور اندرونی فتنہ و فساد کے اندیشے پیدا ہو گئے -



چاند بی بی کا بہادر نظام شاہ کو تخت نشین کرنا

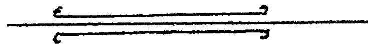
چاند بی بی نے مغلوں کی مراجعت کے بعد بہادر نظام شاہ کو قلعہ جنیر سے طلب کر کے آخری شعبان ۱۰۰۴ھ میں تخت نشین کرا دیا۔ اسی زمانے میں سہیل خاں بھی نواح احمد نگر میں آیا۔ سہیل خاں کو پہلے ہی مغلوں کے واپس چلے جانے کی خبر مل چکی تھی۔ لیکن چاند بی بی سے ملنے اور شہر کے اندرونی حالات معلوم کرنے کا آرزو مند تھا۔

مغلوں کی واپسی کے بعد میاں منجھو نے پھر احمد شاہ کو تخت نشین کرانے کا ارادہ کیا مگر ابراہیم عادل شاہ نے اس کو باز رکھ کر بیجاپور بلا لیا اور اُس کے بیٹے حسن کو اپنے خاص امراء کے زمرے میں جگہ دی اور احمد شاہ کو بھی وہیں ایک جاگیر دیدی۔ جس سے یہ فتنہ دب گیا۔

شہزادہ مراد اور خان خاناں احمد نگر سے سیدھے برار پہنچے

اور بالاپور میں آکر فوجی چھاؤنی ڈالی۔ اس جگہ ایک قصبہ آباد کیا۔ جو اب شاہ پور کے نام سے مشہور ہے اور یہی مقام دکن میں مغلوں کا سب سے پہلا دارالقیام تصور کیا جاتا ہے۔

شہنشاہ اکبر کو جب احمد نگر کی صلح اور برار کے ملنے کا حال معلوم ہوا تو اس سے کچھ مطمئن نہ ہوا۔ اس نے اپنی قوت کو دکن میں مستحکم کرنے کے لیے راجہ علی خاں حاکم خاندیس سے اس کی بیٹی شہزادہ مُراد کے لیے مانگی اس شادی کے بعد مغلوں اور شاہانِ خاندیس میں قریب تر رشتہ قایم ہوگیا۔ اس سے اکبر کا منشا یہ تھا کہ آئندہ جب وہ دکن پر حملہ آور ہو تو اس کو راجہ علی خاں سے مدد ملے۔



احمد نگر میں اُمراء کی سرکشی

مغلوں کے ساتھ اُمرائے چاندبی بی کی لڑائیاں

چاندبی بی نے بہادر نظام شاہ کی تخت نشینی کے بعد محمد خاں کو پیشوائے سلطنت مقرر کیا محمد خاں میاں حبیب اللہ کا بیٹا تھا اور حبیب اللہ مرتضیٰ نظام شاہ اول کا کوکا تھا۔ ابتدا میں اس نے نہایت حسن وخوبی کے ساتھ اپنے مفوضہ فرائض انجام دیے۔ لیکن بعد میں ذی اقتدار ہوکر اپنے اکثر رشتہ داروں کو بڑی بڑی خدمات دے دیں۔ اس کا یہ طرزِ عمل امرار کو شاق گذرا اور اس کشاکشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ محمد خاں نے آہنگ خاں حبشی اور شمشیر خاں کو قید کردیا۔ یہ دونوں ملک کے بڑے نیک نام اور ہر دلعزیز امیر تھے ان کے گرفتار ہونے کے بعد اکثر امراء انتظام سلطنت سے بد دل ہو گئے۔

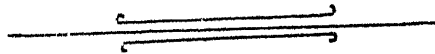
چاندبی بی نے اس موقع پر ابراہیم عادل شاہ کے پاس اپنا سفیر روانہ کیا۔ عادل شاہ نے سہیل خاں کو سپہ سالار

مقرر کرکے ۱۰۰۵ھ میں پھر احمد نگر بھیجا۔ سہیل خاں اور محمد خاں میں ایک زبردست لڑائی ہوئی جس میں محمد خاں قلعہ بند ہو گیا۔ اور تقریباً چار ماہ تک قلعہ کے اندر سے مقابلہ کرتا رہا۔ آخر کار محاصرے سے مجبور اور پریشان ہو کر اس نے خان خاناں سے امداد چاہی اور جب اس ساز باز کا حال اہل قلعہ کو معلوم ہوا تو انھوں نے اُسے گرفتار کرکے چاند بی بی کے حوالے کر دیا۔

چاند بی بی نے محمد خاں کو معزول کرکے وزارت کی خدمت آہنگ خاں حبشی کے سپرد کی اور سہیل خاں کو خلعت عطا کرکے بیجاپور واپس کر دیا۔ سہیل خاں جب دریائے گوداوری کے نواح میں پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ مغلوں نے عہدنامہ کے خلاف پاتری پر قبضہ کر لیا ہے۔ جو عہدنامہ کی رُو سے برار کے حُدود سے خارج ہے۔ سہیل خاں نے ان تمام واقعات سے ابراہیم عادل شاہ کو آگاہ کیا۔ اسی اثنار میں چاند بی بی اور آہنگ خاں کو بھی اس واقعہ کی خبر ہو گئی۔ چاند بی بی نے پھر عادل شاہ اور قطب شاہ دونوں سے مدد طلب کی۔ جس پر ابراہیم نے سہیل خاں کو واپس کر دیا۔ قطب شاہ نے بھی مہدی قلی سلطان کو سپہ سالار بنا کر اس کے ساتھ ایک لشکر بطور امداد روانہ کیا۔ چاند بی بی نے بھی سات ہزار سوار برار کی جانب بھیجے۔ یہ تینوں لشکر ایک جا ہو کر قصبۂ سون پت میں خیمہ زن ہوئے۔ خان خاناں اس زمانے میں

جالنہ میں مقیم تھا فوراً شہزادہ مراد کے پاس شاہ پور چلا گیا۔ اور شہزادے سے اجازت حاصل کر کے راجہ علی خاں والی برہان پور کو اپنے ہمراہ لے کر دریائے گوداوری کے کنارے آیا۔ اور کمپ کی تیاری اور خندقوں کی کھدائی شروع کی۔

۱۸ جمادی الثانی ۱۰۰۵ھ کو طرفین کے لشکر برسر پیکار ہوئے۔ قطب شاہی اور نظام شاہی فوجیں پسپا ہو کر فرار ہو گئیں۔ مگر سہیل خاں برابر مقابلہ کرتا رہا اور اس نے خان خاناں کو بہت بری طرح شکست دی مگر دوسرے روز خان خاناں فتح یاب ہوا اور آخر کار سہیل خاں کو مغلوں سے مغلوب ہو کر بے نیل و مرام واپس ہونا پڑا۔



چاند بی بی اور آہنگ خاں میں معرکہ آرائیاں

قیام امن کی خاطر سفیر بیجاپور کی احمد نگر میں آمد

سہیل خاں کی واپسی کے بعد چاند بی بی اور آہنگ خاں حبشی میں کسی بات پر رنجش ہوگئی۔ مورخین اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ آہنگ خاں اس شکست کے بعد مغلوں کا سخت دشمن ہوگیا تھا اور چاہتا تھا کہ پھر کسی موقع پر مغلوں سے اس کا انتقام لے۔ مگر چاند بی بی اس کو منع کرتی تھی۔ آہنگ خان معمولی حیثیت کا آدمی تھا اور چاند بی بی کی نوازشات کے باعث امرائے عظام کے مرتبہ تک اس نے ترقی کر لی تھی۔

چاند بی بی کو جب معلوم ہوا کہ آہنگ خاں اس سے ناخوش ہے تو اس نے حکم دیا کہ وہ باہر رہ کر قلعہ کی محافظت کرتا رہے۔ اس نے کچھ عرصہ تک نیک نامی اور اطاعت کے ساتھ اس حکم کی تعمیل کی لیکن بعد میں بعض بدخواہوں کے اغوا سے سرکشی پر کمر باندھی اور ارادہ کیا کہ چاند بی بی

ل تاریخ فرشتہ حصہ دوم صفحہ ۱۶۱۔ تذکرۃ الملوک قلمی۔ تاریخ احمد نگر صفحہ ۲۱۔

اور بہادر نظام شاہ کو مقید کر کے خود سلطنت پر قابض ہو جائے۔ اس کے بعد اس نے خود ہی قلعہ کا محاصرہ کر لیا اس موقع پر چاند بی بی نے پھر ابراہیم عادل شاہ کو مدد کے لیے لکھا۔ لیکن ابراہیم عادل شاہ اس وقت خود اپنی اندرونی کمزوریوں کی وجہ سے امرا کی غداریوں کا شکار بنا ہوا تھا جس کے باعث چاند بی بی کو بیجاپور سے فوجی امداد نہیں ملی مگر ابراہیم عادل شاہ نے رفیع الدین شیرازی کو جو بیجاپور کا حاکم اور سلطان محمد عادل شاہ کا اتالیق تھا۔ اپنی جانب سے سفیر بنا کر ۱۰۰۵ھ کے اواخر میں اس ہنگامہ کے فرو کرنے کے لیے احمد نگر روانہ کیا۔

رفیع الدین نے پہلے شاہ درک میں جا کر سہیل خاں سے ملاقات کی۔ سہیل خاں اور بادشاہ میں کچھ آویزش ہو گئی تھی۔ اس نے بادشاہ کی طرف سے سہیل خاں کا دل صاف کر دیا۔ اور یہاں سے نکل کر سیدھا احمد نگر پہنچا اور جس وقت شہر میں داخل ہوا تو ملک کی حالت نہایت ابتر تھی اور شہر کے تمام لوگ پریشان حال تھے۔

آہنگ خاں کو جب رفیع الدین کے آنے کا حال معلوم ہوا تو اس نے بھی کروفر کے ساتھ سفیر کی پیش قدمی کی اور بڑی خاطر و مدارات سے اپنے ہاں ایک روز مہمان کیا۔ دوسرے دن چاند بی بی نے قلعہ سے سید علی تاریخی کو مع نوبت کے ساتھ استقبال کے لیے بھیجا۔ رفیع الدین اس کے ہمراہ قلعہ میں داخل ہوا۔ چاند بی بی نے آہنگ خاں کی نمک حرامی اور امرا کی غداریوں کے حالات سنائے۔ تیسرے دن اس نے چاند بی بی

اور آہنگ خاں میں مصالحت کرا دی اور بادشاہ کو قلعہ کے ایک برج پر کھڑا کیا اور نیچے سے امرا و روسا نے تسلیم بجا لائے چوتھے روز قلعہ میں دربار ہوا جس میں نیم تخت پر بادشاہ کا تاج رکھا گیا اور تمام امرا نے نذریں پیش کیں اور سب کو خلعت اور مناصب عطا کیے گئے۔

یہ امن چونکہ ابراہیم عادل شاہ کے ایما اور اس کی قوت و عظمت کے باعث عمل میں آیا تھا اس لیے سب رعایا نے اُس کی درازی عمر اور سلامتی تخت کی دعائیں مانگی۔

یہ صلح ملک کے لیے کچھ زیادہ مفید ثابت نہیں ہوئی بلکہ چند دن کے بعد اہل قلعہ اور آہنگ خاں کے آدمیوں میں جھگڑے ہونے لگے اور باہر کی فوج نے قلعہ کے تین چار آدمیوں کو گرفتار کر لیا اور اس وجہ سے قدیم فتنے پھر تازہ ہو گئے۔ آہنگ خاں اور چاند بی بی میں لڑائی شروع ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آہنگ خاں کو اس میں پسپائی ہوئی۔ مورخین کا بیان ہے کہ اس وقت بہادر نظام شاہ اگرچہ کمسن تھا لیکن اس عمر میں بہ قلعہ کے ایک برج پر کھڑا ہوا اپنی فوج کو لڑنے کے لیے ہمت دلا رہا تھا۔ شہزادے پر مخالف فوج کے کسی نمک حرام سپاہی نے ایک تیر مارا۔ مگر اس کو نہیں لگا بلکہ شاہی چتر کو چھیدتا ہوا ایک غلام کو جا لگا جس کے صدمے سے وہ فوراً مر گیا۔ رفیع الدین نے اُمراء کو سمجھایا اور آپس میں مصالحت کرا دی۔ اس صلح سے چاند بی بی خوش نہیں تھی لیکن مصلحت کے لحاظ سے ساکت ہو گئی۔

رفیع الدین کی اس جد وجہد کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ آہنگ خاں پھر ایک موقع پر فوج کے ساتھ قلعہ میں گھس گیا لیکن ملک صندل برید نے دوسو آدمیوں کو لے کر اُس کا مقابلہ کیا آہنگ خاں کو شکست ہوئی۔ اور اس کے کئی آدمی مارے گئے۔

ان قضایا کی یکسوئی کے لیے رفیع الدین شیرازی کا احمد نگر میں ایک طویل عرصہ تک قیام رہا لیکن اس کے تدابیر کچھ بھی کارگر نہ ہوئے۔ اور اس نے مجبور ہو کر سلطان ابراہیم عادل شاہ کو یہاں کے سارے حالات لکھ بھیجے۔ جب ابراہیم کو اس میں مایوسی نظر آئی تو اس نے رفیع الدین شیرازی کو ۱۰۰۶ھ کے وسط میں بیجاپور کو واپس بلا لیا۔

شہزادہ دانیال کا کوچ احمد نگر کی جانب

آہنگ خاں حبشی قلعہ احمد نگر کا محاصرہ اٹھا کر بیڑ چلا گیا۔ اس وقت بیڑ میں مغلوں کی جانب سے شیر خواجہ نامی صوبہ دار مقرر تھا۔ آہنگ خاں نے نواح بیڑ پر حملہ کر کے شیر خواجہ کو زخمی اور اس کی فوج کو پسپا کر دیا۔ شیر خواجہ نے اس موقع پر ابوالفضل[1] سے مدد چاہی۔ امدادی فوج کی آمد سے پہلے آہنگ خاں شہر پر مسلط ہو گیا۔ اور شیر خواجہ کو قلعہ بند ہو جانا پڑا۔

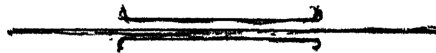
اسی زمانہ (یعنی ۱۰۰۸ھ) میں شہزادہ مراد نے وفات پائی اس کی

---

[1] خان خاناں اور چاند بی بی دونوں ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لیے خان خاناں احمد نگر کو تباہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ شہزادہ کو جب اس کمزوری کا حال معلوم ہوا تو اس نے اکبر کو اطلاع دی جس کے بعد اکبر نے ابوالفضل کو دکن کا سپہ سالار مقرر کر کے ۱۵۹۸ء میں بالاپور بھیجا ابوالفضل دکن آ کر پرناله۔ کھرلہ اور کاویل کے مشہور قلعوں کو فتح کیا۔ ابوالفضل نے شیر خواجہ کی خاطر خواہ مدد نہیں کی شیر خواجہ کی شکایت پر اکبر نے ۱۶۰۰ء میں دوسری مرتبہ خانخاناں کو دکن روانہ کیا۔

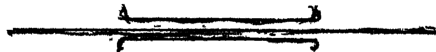
نعش ابتداءً بالا پور میں محفوظ کی گئی اور بعد میں اس کا تابوت دہلی میں منتقل ہوا۔

اکبر کو مراد سے بے حد محبت تھی۔ جب اس نے بیٹے کے انتقال کی خبر سُنی تو سخت متاثر ہوا شہزادہ چونکہ تسخیر احمد نگر کے لیے مامور ہوا تھا اور اس کے انتقال کی وجہ سے یہ مہم ناتمام رہ گئی تھی۔ اس لیے اکبر نے اِس جانب خود توجہ کی اور دارالسلطنت سے نکل کر خاندیس میں آیا اور برہان پور کی تسخیر میں مصروف ہو کر شہزادۂ دانیال اور اس کے ساتھ خان خاناں کو احمد نگر بھیجا۔



نعش ابتداءً بالاپور میں محفوظ کی گئی اور بعد میں اس کا تابوت دہلی میں منتقل ہوا۔

اکبر کو مراد سے بے حد محبت تھی۔ جب اس نے بیٹے کے انتقال کی خبر سنی تو سخت متاثر ہوا شہزادہ چونکہ تسخیر احمد نگر کے لیے مامور ہوا تھا اور اس کے انتقال کی وجہ سے یہ مہم نا تمام رہ گئی تھی۔ اس لیے اکبر نے اس جانب خود توجہ کی اور دارالسلطنت سے نکل کر خاندیس میں آیا اور برہان پور کی تسخیر میں مصروف ہو کر شہزادۂ دانیال اور اس کے ساتھ خان خاناں کو احمد نگر بھیجا۔



شہزادہ دانیال کی احمد نگر پر یورش اور چاند بی بی سے مقابلہ[1]

شہزادہ دانیال اور خان خاناں تین ہزار لشکر کے ساتھ ۱۰۰۴ھ میں احمد نگر کی جانب روانہ ہوئے اس وقت آہنگ خاں چتور کے گھاٹ پر خیمہ ڈال کر ٹھہرا ہوا تھا۔ اس کو جب شہزادہ کی آمد کا علم ہوا تو خیمے جلا کر جنیر بھاگ گیا۔ شہزادہ دریا عبور کر کے شہر کے باہر خیمہ زن ہوا۔ خان خاناں نے قدیم طریقہ پر محاصرہ کیا اور مورچوں کی بنیاد بھی پچھلے اصول پر قائم کی۔

چاند بی بی کو جب شہزادہ کی آمد اور اکبر کے بہ نفس نفیس برہان پور تک آنے کا حال معلوم ہوا تو رسد اور آلات حرب کا کافی انتظام کر کے قلعہ بند ہوگئی۔ عادل شاہ اور قطب شاہ کے یہاں امداد کے

---

[1] تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۱۶۲۔ منتخب اللباب جلد سوم صفحہ ۲۶۲۔ جامع العلوم ضمیمہ جلد اول صفحہ ۱۲۔

لیے قاصد روانہ کیے۔

عادل شاہ نے بعض وجوہات سے پہلو تہی کی۔ قطب شاہ نے جب عادل شاہ کو خاموش دیکھا تو خود بھی ساکت ہوگیا۔ چاند بی بی کو بیجاپور اور گولکنڈہ سے بہت امیدیں وابستہ تھیں اور ان کو اپنا پشت و پناہ خیال کرتی تھی۔ لیکن جب انھوں نے کنارہ کشی اختیار کی تو اس کی رہی سہی ہمت بھی ٹوٹ گئی۔

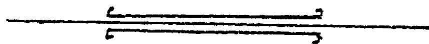
چاند بی بی نے اس مرتبہ مغلوں کے ساتھ پہلے سے بھی کہیں زیادہ مستقل مزاجی اور جرأت سے مقابلہ کیا جس سے مغلوں کو بہت سی شکستیں اٹھانی پڑیں۔ انھوں نے جب دیکھا کہ محض لڑائی سے قلعہ کا فتح ہونا ناممکن ہے تو سرنگیں تیار کرنا شروع کیں۔ خواجہ ابوالحسن ترمذی کے اہتمام سے یہ کام بہت جلد سرانجام پایا اور جب اس میں آگ لگائی گئی تو اس کے دھماکے سے قلعہ کی دیوار کا بہت بڑا حصّہ منہدم ہوگیا۔ اور مغل نہایت تیزی کے ساتھ اس راستہ سے داخل ہو کر قلعہ پر قابض ہو گئے۔

سلطان بہادر نظام شاہ اس وقت قلعہ کے ایک برج پر کھڑا ہنگامہ دیکھ رہا تھا۔ مغلوں نے اُسے گرفتار کرلیا۔ اور دانیال نے قید کرکے برہان پور میں شہنشاہ اکبر کے یہاں بھیجدیا۔

چاند بی بی کو جب دیوار کے منہدم اور قلعہ پر مغلوں کے متصرف ہونے کا علم ہوا تو ایک کنویں کو تیزاب سے لبریز کراکے اس میں غرق

ہوگئی اور اس طرح اس کی زندگی کا خاتمہ ہوگیا۔

جامع العلوم میں مذکور ہے کہ دانیال کے محاصرہ کی مدت چار ماہ چار دن تھی۔ اور شہزادہ نے یکم محرم سنہ ۱۰۰۹ھ کو قلعہ فتح کیا تھا۔



چاند بی بی کی وفات

چاند بی بی[1] کے انتقال کی نسبت مورخ فرشتہ اور رفیع الدین شیرازی کا بیان ہے کہ مغلوں نے جب قلعہ کو محصور کر لیا تو چاند بی بی نے چاہا کہ قلعہ مغلوں کے حوالہ کر کے مصالحت کر لے جیسا کہ اس نے پہلے برار دیکر صلح کی تھی۔ اس پر حبشیوں کے امیر نے محل میں گھس کر اسے شہید کر ڈالا۔ فرشتہ اور مصنف تذکرۃ الملوک نے اس کے قاتل کا نام چیتہ خان بتلایا ہے برخلاف اس کے جو تاریخیں خاص احمد نگر میں تصنیف ہوئی ہیں ان سے اس واقعہ کی حقیقت کچھ اور ہی ظاہر ہوتی ہے۔

تاریخ شہابی احمد نگر کی مشہور تاریخ ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ مغل جب قلعہ میں داخل ہوئے تو چاند بی بی نے ایک باؤلی کو تیزاب سے بھروا دیا اور اس میں غرق ہو کر جاں بحق ہو گئی۔

---

[1] تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۱۶۴ – تذکرۃ الملوک قلمی۔ منتخب اللباب جلد سوم صفحہ ۲۹۲ – تاریخ احمد نگر صفحہ ۲۶ جامع العلوم ضمیمہ جلد اول صفحہ ۹۔

مورخ فرشتہ اور رفیع الدین شیرازی کے بیانِ مذکور الصدر کی نسبت تاریخ احمد نگر کے مصنف نے لکھا ہے کہ چاند بی بی کو چیتہ خاں حبشی نے مار ڈالا۔ حقیقت میں وہ چاند بی بی نہیں تھی بلکہ چاند بی بی کی ایک سہیلی تھی اور اتفاق سے اس کا نام بھی چاند بی بی تھا۔

تاریخ احمد نگر میں ایک قدیم مصنف سید جعفر کے حوالہ سے یہ بھی لکھا گیا ہے کہ چاند بی بی کی تمام سہیلیاں مچھلی باؤلی میں گر کر مر گئیں ان کی لاشوں کو بہادر نظام شاہ کی نشاندہی پر دانیال نے کوئیں سے برآمد کرایا اس کے بعد تیزاب کے کنوئیں سے چاند بی بی کی نعش بھی نکلوائی اور ان سب کو روضہ باغ میں سپرد خاک کیا اور چاند بی بی کی قبر اینٹ اور چونے سے پختہ بنوا دی۔

قلعہ کی فتح اور چاند بی بی کی موت یہ ہر دو واقعات یکم محرم ۱۰۰۹ھ کو سرزد ہوئے ہیں۔

مشہور مورخ خافی خاں نے چاند بی بی کی موت کا واقعہ اپنی تاریخ میں اس طرح تحریر کیا ہے :-

و اینکہ شہرت عام دارد و بر السنہ مردم دکن جاری است کہ چاند بی بی خود را در باؤلی انداختہ مفقود الاثر گردید خلاف مضمون تاریخ محمد قاسم فرشتہ (منتخب اللباب جلد سوم صفحہ ۲۶۲)

چاند بی بی کی موت کی نسبت جو روایات اوپر مذکور ہوئی ہیں ان میں سے پہلی روایت کے بیان کرنے والے بیجاپور کے مورخ ہیں۔ دوسری

روایت احمد نگر کے مورخین کی ہے۔ ہمیں بیجاپوری روایت کے تسلیم کرنے میں تامل ہے کیونکہ اہلِ بیجاپور کو اس معرکہ سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ اور نہ بیجاپور کا کوئی مورخ یا سپہ سالار احمد نگر میں موجود تھا۔ بر خلاف اس کے احمد نگر کے مورخین نے جو واقعہ لکھا ہے وہ ثقہ مسموعات اور عینی مشاہدات پر مبنی ہے۔

جامع العلوم کے مصنف نے چاند بی بی کی موت کا سانحہ نہایت وضاحت کے ساتھ اس طرح تحریر کیا ہے۔

چاند بی بی کہ در حسن و جمال و سیرت وصورت بہ آفتاب ماہتاب ہمسری داشت واز اطوار لشکریانِ دہلی چنیں مرکوز خاطرِ آن خدیو گیہانِ عصمت و عفت شدہ بود کہ اگر بدست آنہا افتد عفت او نخواہد ماند ازین جہت در خم بزرگ کہ پُر از تیزاب آب گندک نمودہ بودند خود را انداخت و در طرفۃ العین لاشئ گردید تا قالبِ او بعد موت ہم از نظر نامحرماں محفوظ ماند۔

(جامع العلوم ضمیمہ جلد اول صفحہ ۹)

محمد قاسم فرشتہ کی تاریخ میں چاند بی بی کی موت کا واقعہ اس طرح مرقوم ہے:۔

چاند سلطان بہ چیتہ خان خواجہ سرا کہ درون قلعہ بود گفت آہنگ خان و دیگر سرداران نقض عہد نمودہ چنداں سرکشی و بے اعتدالی نمودن کہ از شامت آن اکبر بادشاہ خود

متوجه دکن گردید و ایں قلعه نیز در چند روز مفتوح ایشاں خواہد گشت چیته خاں گفت که گذشته گذشت بالفعل علاج چیست هرچه رائے صواب نماتقاضا نماید بحکم شود تا براں عمل نمایم چاند سلطان گفت صلاح در آنست که قلعه را تسلیم شاهزاده دانیال نمایم و به جان وعرض وناموس اماں وزینهار خواسته همراه بهادر شاه به جنیر رویم و درانصوب بوده منتظر لطیفه غیبی باشیم چیته خان اهل حصار را طلبیده فریاد برآورد که چاند سلطان به امرائی اکبر پادشاه زبان یکے کرده می خواهد که قلعه را بایشان سپارو دکنیان بدرون حرم سرا درآمده آن علیه حضرت را به زجر و عقوبت تمام شربت شهادت چشانیدند (تاریخ فرشته جلد دوم صفحه ۱۶۴)

چاند بی بی کا مذہب[1]

نظام شاہی سلاطین ابتدا میں سنی مذہب کے پابند تھے۔ ۹۲۸ھ میں جب شاہ طاہر بیجاپور اور پرینڈہ ہوتے ہوئے احمد نگر آئے تو برہان نظام شاہ اول نے ۹۴۴ھ میں اسماعیلیہ مذہب کو قبول کرلیا لیکن تھوڑی مدت کے لیے اسمٰعیل نظام شاہ (۹۹۷ھ تا ۹۹۹ھ) مہدوی ہوگیا تھا اس کے بعد کے تمام حکمراں اسمٰعیلی شیعہ تھے۔

شاہ طاہر ابو القاسم محمدؐ ابن عبداللہ المہدی حاکم قیروان کی اولاد سے تھے ان کا سلسلہ نسب حضرت اسمٰعیلؓ ابن امام جعفر صادقؓ تک پہنچتا ہے۔ ابو القاسم محمد المہدی کی حکومت ان کی اولاد میں تین سو چھیاسٹھ برس تک قایم رہی اس خاندان سے ایک شخص نے اوائل حکومت میں درویشی اختیار کرلی۔ لوگ بکثرت ان کے مرید ہوگئے اور ان کی اولاد سے پیری مریدی کا سلسلہ جاری ہوا لیکن ۵۶۰ھ میں عبداللہ المہدی کا خاندان تباہ ہوگیا اور

---

[1] تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۱۱۰ تا ۱۱۴۔ تاریخ حدیقۃ العالم جلد اول صفحہ ۳۲ تا ۳۷۔

اُن کی حکومت عباسی خاندان میں منتقل ہوگئی اس انقلاب کے باعث مشایخین کا خاندان اور ان کے پیرو ترک وطن کرکے ایران میں چلے آئے اور تین سو سال تک خوند میں مقیم رہے اور سادات خندیہ کے لقب سے شہرت حاصل کی، اسی خاندانِ خندیہ میں شاہ طاہر پیدا ہوئے۔ یہ بڑے عالم و فاضل بزرگ تھے۔ مصر۔ بخارا۔ سمرقند اور قزوین میں بہت بڑی جماعت ان کی پیرو ہوگئی تھی۔ شاہ اسمٰعیل صفوی نے بھی مشایخی سے بادشاہی کا درجہ حاصل کیا تھا جس کے باعث اس کو شاہ طاہر کا عراق میں رہنا بہت شاق گذرا اور اس نے چاہا کہ یہاں سے ان کے سلسلے کا استیصال کردے لیکن شاہ اسمٰعیل کا ناظر و دیوان مرزا شاہ حسین صفوی ان کا بہت دوست تھا۔ اس کے کہنے پر انھوں نے پیری مریدی کے سلسلے کو مسدود کردیا اور سلطان سے اجازت لے کر کاشان چلے گئے۔ یہاں ان کے مرید پہلے سے موجود تھے۔ چند روز میں ان کی کافی تعداد جمع ہوگئی اس پر شاہی کارکنوں نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ فرقۂ اسماعیلیہ یہاں خوب ترقی کر رہا ہے اور شاہ طاہر اپنے مذہب کی اشاعت میں برابر کوشاں ہیں۔ اس پر شاہ اسمٰعیل نے ان کے قتل کے احکام جاری کیے مگر مرزا شاہ حسین نے پروانۂ قتل کے نکلنے سے پہلے ان کو مطلع کردیا جس کی بناء پر ۹۲۶ھ میں شاہ طاہر مع اہل و عیال ہندوستان کے ارادے سے بندر جرون چلے آئے۔ اتفاق سے ایک جہاز اسی دن ہندوستان آرہا تھا اس میں سوار ہوگئے بندرگاہ سے روانہ ہونے کے کوئی دو گھنٹے کے بعد شاہ اسمٰعیل کے آدمی

پہنچے لیکن جہاز نکل چکا تھا اس لیے ان کو بے نیل ومرام واپس ہونا پڑا۔
ہندوستان میں اس وقت مغلیہ حکومت کا دور دورہ تھا۔ دکن میں مختلف سلاطین برسرِ اقتدار تھے۔ بیجاپور کے بادشاہ چونکہ شیعہ تھے اس لیے شاہ طاہر سب سے پہلے اسی شہر میں آئے لیکن یہاں ان کی قدر نہیں ہوئی اس پر پرینڈہ جاکر ملا پیر محمد سے ملاقات کی۔ یہ برہان نظام شاہ اول کا وزیرِ اعظم تھا اس نے شاہ طاہر کی بڑی عزت کی اور مجسطی وغیرہ کا ان سے درس لیا۔
ملا پیر محمد چونکہ شاہ طاہر کا شاگرد تھا اور احمد نگر میں بڑے پایہ کا عالم سمجھا جاتا تھا اور شاہ طاہر اس کے استاد تھے اس لیے ان کی بہت تھوڑی مدت میں بادشاہ تک شہرت ہوگئی۔ بادشاہ نے ان کو نہایت شوق اور قدر سے اپنے دربار میں طلب کیا اور چند روز کی ملاقات کے بعد ان کے فضل و کمال کا معترف ہوگیا۔
سنہ ۹۴۳ھ میں برہان کے بیٹے عبدالقادر کا مزاج سخت ناساز ہوگیا۔ برہان کو اس بچے سے بیحد الفت تھی اس کی بیماری میں روز حکماء آتے اور کسی کی دوا سے بھی فائدہ نہیں ہوتا تھا جب اس کی حالت بہت دن تک درست نہیں ہوئی تو بادشاہ سخت پریشان ہوا۔ ایک موقع پر شاہ طاہر نے برسبیلِ تذکرہ بادشاہ سے یہ عرض کیا کہ شہزادہ کے لیے میں نے ایک تجویز سوچی ہے جس سے امید ہے کہ بہت جلد اس کو صحت ہوجائیگی اور بادشاہ کو اس نے یہ بھی کہا کہ آپ نیت فرمائیے کہ شہزادہ اچھا ہوجائے

تو میں اسماعیلیہ مذہب کو اختیار کرونگا۔ اتفاق سے شہزادہ صبح کو جو اٹھا تو بالکل تندرست تھا۔ اس پر برہان کا عقیدہ شاہ طاہر سے اور بھی مضبوط ہو گیا۔ بادشاہ اور اس کا خاندان سب نے اسمٰعیلی مذہب قبول کرلیا۔ اس کے بعد سلطان نے دیگر مذاہب کے علماء دربار میں طلب کیے اور شاہ طاہر سے مباحثہ کرایا۔ چونکہ شاہ طاہر مقرب سلطان تھے اس لیے مباحثہ میں ان ہی کو کامیابی حاصل ہوئی۔

شاہ طاہر ایک زبردست عالم ہونے کے علاوہ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ اصول۔ ریاضی۔ حکمت۔ رمل اور جفر میں ان کا علم اجتہاد تک پہنچ گیا تھا۔ نظم و نثر دونوں نہایت عمدہ اور صاف و سلیس لکھتے تھے انھوں نے بہت سی کتابیں اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔ جن میں کتاب الانشاء ان کی غیر معمولی اور اہم تصنیف سمجھی جاتی ہے۔ ان کے قصائد کا ایک مجموعہ بھی ہے اس کے علاوہ انھوں نے بہت سی کتابوں پر شرحیں اور تعلیقات لکھے ہیں جن میں تفسیر بیضاوی کا حاشیہ۔ شرح جعفریہ اور فقہ امامیہ۔ شرح اشارات۔ مجسطی شفا اور مطول وغیرہ نہایت مشہور ہیں۔

شاہ طاہر کا انتقال ۹۵۲ھ میں بہ مقام احمد نگر ہوا ان کی نعش وہاں سے کربلائے معلیٰ بھیجی گئی۔ سید الشہدا حضرت امام حسینؓ کے مزار مبارک سے ڈیڑھ گز کے فاصلہ پر مدفون ہوئے۔

حسین نظام شاہ برہان نظام شاہ کا بیٹا تھا۔ یہ بھی اپنے باپ کیساتھ اسماعیلی ہو گیا تھا اس لیے اس کی بیٹی چاند بی بی بھی اسی کے مذہب کی پابند تھی۔ مگر

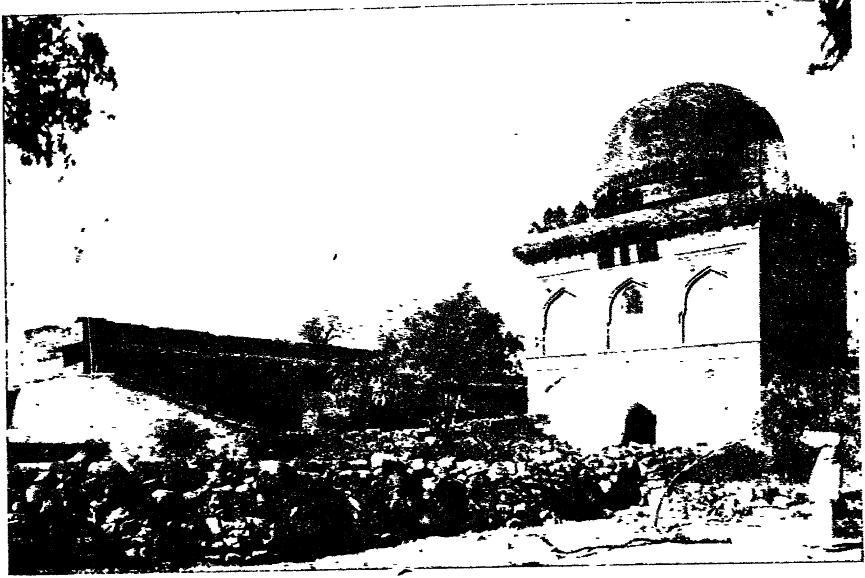
چاند بی بی کی تعمیرات[1]

حیدرآباد کے سررشتۂ آثار قدیمہ کے ضمیمہ رپورٹ بابت ۱۹۲۱ء/۱۳۳۱ف تا ۱۹۲۳ء/۱۳۳۳ف میں لکھا ہوا ہے کہ چاند بی بی نے اپنی زندگی ہی میں اپنے لیے گلبرگہ میں مقبرہ تعمیر کرایا تھا جو اس وقت بھی موجود ہے۔ اور چاند بی بی کا گنبد کہلاتا ہے۔ یہ مقبرہ حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کی درگاہ کے جنوب و مشرقی گوشہ میں واقع ہے۔ اس کے مینار اور ستون صاف و شفاف سنگ خارا سے تراشے گئے ہیں جن کی بندش گچ کی ہے۔ یہ مقبرہ فن تعمیر کے اعتبار سے گلبرگہ کے دیگر مقابر میں سب سے زیادہ خوشنما اور آراستہ ہے۔

ہم نے اس مقبرہ کی نسبت رائٹ آنریبل سر اکبر حیدری نواب حیدر نواز جنگ بہادر کو تحریر لکھی اور خواہش کی کہ مقبرہ کی تصویر

---

[1] تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۵۶، ۱۴۴ - بساتین السلاطین صفحہ ۱۹۶، ۱۶۵، ۱۸۹ - آثار السلف صفحہ ۳۱، ۳۲ - مجلہ کتبات اسلامیہ ہند نمبر ۸ سنہ ۱۹۰۷ء - واقعات مملکت بیجاپور حصہ سوم صفحہ ۵۱۹ - رپورٹ سررشتۂ آثار قدیمہ بابتہ سنہ ۱۹۲۱ء/۱۳۳۱ف تا سنہ ۱۹۲۳ء/۱۳۳۳ف و سنہ ۱۹۳۱ء تا سنہ ۱۹۳۳ء -



گلبرگہ میں چاند بی بی کا مفروضہ گنبد

اور ضروری معلومات سررشتۂ آثارِ قدیمہ سے ہمارے لیے مہیا فرمائی جائیں
ہماری درخواست پر رائٹ آنریبل نے سررشتۂ آثار قدیمہ کو توجہ دلائی۔
اس بارے میں ناظم آثار قدیمہ مسٹر غلام یزدانی نے رائٹ آنریبل سراکبر
کو جو جواب دیا، اس کی نقل سراکبر نے اپنے الطاف نامے کے ساتھ
ازراہِ عنایت ہمارے ہاں بھیجی ہے۔ جس کا ضروری اقتباس
ذیل میں درج کیا جاتا ہے :—

.... گلبرگہ میں چاندبی بی کا جو مقبرہ ہے اس کا عکس
مُرسل خدمت گرامی ہے۔ یہ عمارت مربع شکل کی ہے۔ اس
کی داخلی اور خارجی پیمایش علی الترتیب ۲۸ فٹ ٦ انچ اور ۳٦ فٹ
ہے۔ عمارت کی بلندی زمین سے مورچہ کی دیوار تک ۲۸ فٹ
٦ انچ ہے۔ مورچہ سے گنبد کی بلندی ۲۵ فٹ ہے۔ یہ مقبرہ
دکنی طرز کا ہے، جو ہلکے بھورے رنگ سے مزین ہے جس
سے عمارت سہانی معلوم ہوتی ہے اور غمگین تاثرات پیدا کرتی ہے۔

ہم نے سوانح چاندبی بی کے پہلے ایڈیشن میں جو آج سے دس سال
قبل سنہ ۱۹۳۰ء میں شایع ہوا تھا۔ سررشتۂ آثار قدیمہ کی رپورٹ بابتہ
۱۹۲۱ء / ۱۳۳۱ف تا ۱۹۲۴ء / ۱۳۳۴ف کی بنا پر اس مقبرہ کو چاندبی بی سے منسوب کر دیا تھا
اور اب بھی ناظم صاحب آثار قدیمہ کی مذکور الصدر چٹھی (مورخہ ۲٦ جولائی ۱۹۳۸ء)
سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ زیر بحث گنبد چاندبی بی کا بنوایا ہوا ہے۔
لیکن ہماری حالیہ تحقیق اس کے خلاف ہے۔ محکمۂ آثار قدیمہ کی رپورٹ اور

ناظم صاحب آثار قدیمہ کا مکتوب دونوں کا بیان بے بنیاد ثابت ہوتا ہے۔
حیرت کی بات ہے کہ چاند بی بی کے اس مقبرہ کا ذکر نہ تو دکن کی کسی تاریخ میں ملتا ہے اور نہ قدیم زمانے کے سرکاری اسناد سے اس کی توثیق ہوتی ہے۔ عہد مغلیہ کے مورخ بھی اس کے بارے میں خاموش نظر آتے ہیں۔ حالانکہ انھوں نے چھوٹے چھوٹے اور غیر اہم آثار و عمارات کا اپنی کتابوں میں تذکرہ کیا ہے۔ اگر یہ مقبرہ حقیقت میں چاند بی بی کا بنوایا ہوا ہوتا تو بیجاپور اور احمد نگر کے مورخ بلاشبہ اس کا تذکرہ کرتے۔ رفیع الدین شیرازی اور حکیم محمد قاسم فرشتہ کی تاریخوں میں اس مقبرہ کا حال ضرور ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ رفیع الدین اور حکیم محمد قاسم فرشتہ شاہان بیجاپور و احمد نگر کے متوسل تھے اور انھوں نے اپنی تاریخوں میں اس عہد کے تمام جزوی و کلّی حالات نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ ایسی صورت میں اس مقبرے کی نسبت ان کا ساکت رہنا۔ ناقابل لحاظ امر نہیں ہے۔
سررشتۂ آثار قدیمہ کی رپورٹ میں اس گنبد کے علاوہ چاند بی بی کی بعض دوسری تعمیرات کا تذکرہ بھی آیا ہے۔ چنانچہ سنہ ۱۹۳۱ء تا سنہ ۱۹۳۳ء کی رپورٹ میں لکھا ہے کہ چاند بی بی نے گلبرگہ سے قریب ہیرا پور نام ایک قصبہ میں۔ مسجد، کنواں اور باغ تعمیر کرائے تھے۔ جو اب بھی موجود ہیں۔ البتہ باغ ویران ہو گیا ہے۔ جس کے شکستہ آثار اپنے بانی کی یاد تازہ کرتے ہیں۔

مسٹر غلام یزدانی ناظم آثار قدیمہ نے جولائی ۱۹۳۲ء میں ان آثار کا معائنہ کیا تھا۔ ان کی رائے میں یہ مسجد، کنواں اور باغ تینوں چاند بی بی کی تعمیرات سے ہیں۔ اسی رپورٹ میں ان عمارات کے بارے میں حسب ذیل حاشیہ بھی تحریر کیا گیا ہے :۔

ناظم صاحب جب بسلسلہ دورہ گلبرگہ تشریف لے گئے تو انھوں نے ہیرا پور کی مسجد کا بھی معائنہ کیا۔ اس مسجد کو چاند بی بی نے ۹۹۴ھ (مطابق ۱۵۸۵ء) میں بنوایا تھا۔ جبکہ وہ سلطان ابراہیم عادل شاہ کی "کوئین ریجنٹ" تھی۔

زیر بحث مسجد اسلامی فن تعمیر کا قابل قدر نمونہ ہے۔ اس کے احاطہ میں ایک باغ اور ایک کنواں واقع ہے۔ لیکن باغ تباہ و برباد حالت میں موجود ہے اور کنویں پر ایک کتبہ نصب ہے جو مجلہ کتبات اسلامیہ ہند کے آٹھویں نمبر ۱۹۰۷ء میں شایع ہوا ہے۔

مندرجۂ بالا بیان میں جس کتبہ کا حوالہ درج ہے وہ یہ ہے :۔

حضرت نواب کامیاب گردوں اقتدار ہمایوں ارفع اقدس و اعلیٰ ابراہیم عادل شاہ خلد اللہ ملکہٗ و سلطانہٗ توجہ بزیارت قطب الاقطاب شہباز سرافراز مخدوم سید محمد حسینی گیسو دراز قدس سرہٗ فرمودہ من ثالث شہر محرم الحرام ۹۸۹ھ مع عساکر مظفر و منصور درین بقعہ منزل فرمودند و حضرت علیا زمان مخدومہ جہان والدہ نواب فلک اقتدار و سنت شعار و ہدایت آثار نظر فرمودند چشمۂ آب و باغ

باشجار اثمار بنا فرمودند فی تاریخ از شہر محرم الحرام شہور ۹۹۴ من الہجرت النبویہ علیہ السلام - یارب این آثار درگاہ را الی یوم القیام بحرمت النبی علیہ السلام نگاہ دارد بمنہٖ وکرمہٖ آمین -

اس کتبہ کو میجر ہیگ نے مجلہ کتبات اسلامیہ ہند میں شایع کیا ہے اور اس کی نسبت حسب ذیل تصریح کی ہے :-

کتبہ سے پایا جاتا ہے کہ سلطنت بیجاپور کا اقتدار اعلیٰ چاند بی بی کے ہاتھ میں تھا - مخدومۂ جہاں کے نام سے یہ ملقب تھی - نو عمر شہزادے سلطان ابراہیم عادل شاہ کی ماں تھی، مگر حقیقت میں چاند بی بی سلطان ابراہیم عادل شاہ کی ماں نہ تھی بلکہ اس کی چچی تھی اور خود بادشاہت کرتی تھی اور سلطان کو اپنا فرزند (متبنیٰ) سمجھتی تھی -

"مخدومۂ جہاں" اور "والدہ" کے الفاظ مصنفین دکن کی تحریروں میں صرف بادشاہ کی حقیقی والدہ کے لیے استعمال ہوتے ہیں - کتبہ میں نام کی بجائے مخدومۂ جہاں والدہ کے القاب مذکور ہیں - لیکن چاند بی بی سلطان ابراہیم عادل شاہ (جلوس ۹۸۸ھ وفات ۱۰۳۷ھ) کی والدہ نہیں تھی - بلکہ چچی تھی، اس لیے میجر ہیگ نے اس کی توجیہہ یہ کی ہے :-

چاند بی بی "کوئین ریجنٹ" تھی اور اس حیثیت سے اُس نے ابراہیم عادل شاہ کو اپنا متبنیٰ بنا لیا تھا -

اس لیے "مخدومہ جہاں والدہ" کے القاب اُس کے لیے
کتبہ میں استعمال ہوتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس مسجد اور اس کے ملحقہ کنوئیں اور ویران
باغ کو چاند بی بی سے دُور کا بھی تعلق نہیں ہے اور ان عمارات
کو چاند بی بی کی تعمیر قرار دینے میں مسٹر غلام یزدانی اور اُن کے
پیش رو میجر ہیگ دونوں سے فاش غلطی ہوگئی ہے۔[1]

۹۹۱ھ میں دلاور خاں وکیل سلطنت بیجاپور نے چاند بی بی کو
سلطنت کی نیابت سے معزول کرکے امور ملکی و مالی سے بے دخل
کر دیا تھا:

و دست چاند بی بی سلطان از امور ملکی و مالی کوتاہ کردہ
نوعی نمود کہ ہیچ کس باؤ رجوع نداشتہ باشد (فرشتہ جلد دوم صفحہ ۵۶)

۹۹۲ھ میں ابراہیم عادل شاہ کی بہن خدیجہ سلطان، شاہزادہ
میراں حسین بن سلطان مرتضیٰ نظام شاہ سے منسوب ہوئی اور

---

[1] اس ضمن میں یہ ظاہر کر دینا بھی دل چسپی سے خالی نہیں کہ چاند بی بی کے ان مفروضہ آثار کا ذکر سب سے پہلے نواب فرامرز جنگ بہادر (اول تعلقدار گلبرکہ) نے اپنی کتاب آثار السلف میں کیا تھا جو ۱۳۲۰ھ ۱۹۰۲ء میں شایع ہوئی، اس کے چار سال بعد ۱۹۰۷ء میں میجر ہیگ نے اپنا مضمون مجلہ کتبات اسلامیہ ہند میں طبع کرایا۔ جس کی بنیاد آثار السلف پر ہی تھی، ۱۹۱۵ء میں مولوی بشیر الدین احمد نے اس غلط بیانی کو اپنی کتاب واقعات مملکت بیجاپور میں جگہ دی۔ لیکن حیرت تو یہ ہے کہ سررشتہ آثار قدیمہ نے بھی اپنی رپورٹ (بابت ۱۹۳۲ تا ۱۹۳۳ء) میں بغیر کسی چھان بین کے اس غلط در غلط روایت کو نقل کر لیا۔

ابراہیم عادل شاہ نے اس کو بیجاپور سے احمد نگر کی جانب روانہ کیا تو اس کے ساتھ چاند بی بی بھی اپنے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ سے ملنے کے لیے احمد نگر چلی گئی اور اس کے بعد پھر کبھی بیجاپور واپس نہیں آئی۔

در سنہ اثنی وتسعین وتسعمائۃ مرتضیٰ نظام شاہ مکتوب صادقت اسلوب بہ پادشاہ عدالت پناہ فرستادہ اظہار مواصلت نمودہ ہمشیرہ اعیانی آنحضرت مسماۃ بی بی خدیجہ سلطان المشہور براجہ جیو را برائے پسر خود میراں شاہ حسین خواستگاری کردہ درہماں سال قاسم بیگ حکیم ولد قاسم بیگ بزرگ ومرزا محمد تقی نظیری و دیگر اشراف واعیان احمد نگر با چہار صد نفر از مردم خاصہ خیل نظام شاہی درکمال تجمل جہت ایقاع عقد و بردن عروس بہ بیجاپور آمدند و بعد از چہار ماہ از طرفین جشن ہا وطویہائے بزرگ بوقوع پیوستہ باتمام رسید بی بی خدیجہ را بمقتضائے شریعت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام صیغہ عقد ازدواج شہزادہ میراں حسین گفتہ پالکی آں مخدرہ را ہمراہ چاند بی بی سلطان کہ میل ملاقات برادر خود داشت بجانب احمد نگر روانہ ساختند (فرشتہ صفحہ ۵۶)

سنہ ۹۹۲ھ میں چاند بی بی کے بیجاپور سے احمد نگر چلے جانے کے بعد قلعہ شولاپور کے لیے جو چاند بی بی کا جہیزی قلعہ تھا۔ مرتضیٰ نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کے مابین مناقشہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس واقعہ کو

حکیم محمد قاسم فرشتہ نے اپنی تاریخ میں اس طرح لکھا ہے :-

در سنہ اثنیٰ وتسعین وتسعمائۃ صلابت خان بموجب فرمان نظام شاہ، قاسم بیگ و مرزا محمد تقی نظیری را باجمعی از مردم معتبر بہ بیجاپور فرستاد تا خواہر عادل شاہ را جہت شہزادہ میران حسین خواستگاری نمایند .... قاسم بیگ ومیرزا محمد تقی خواہر عادل شاہ را بمیران حسین عقد بستہ باحمد نگر آوردند .... دران زودی چاندبی بی زوجۂ علی عادل شاہ نیز جہت دیدن برادر خود نظام شاہ باحمدنگر آمدہ بملاقات وی فایض گردید صلابت خان بدلاور خان وکیل السلطنۃ عادل شاہ پیغام کرد کہ حسین نظام شاہ کہ قلعہ شولاپور را دہجہیز چاندبی بی دادہ بود۔ اکنون عادل شاہ فوت شد وچاندبی بی بیوہ گشتہ باین طرف آمد، می باید کہ آن قلعہ تسلیم گماشتگان نظام شاہ نمایند دلاور خان قبول آن امر ناکردہ صلابت خان را اظہار رنجش نمود وخواہر عادل شاہ را مع شہزادہ میران حسین بہ دولت آباد فرستاد کہ ہرگاہ عادل شاہ قلعہ شولاپور بدہد جشن وطوی کردہ عروس را بداماد سپارند والا معطل وموقوف باشد (تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۱۴۴)

مورخ فرشتہ کی مختلف تصریحات سے جن کے اقتباس اوپر گذر چکے ہیں یہ اچھی طرح ثابت ہو رہا ہے کہ چاند بی بی ۹۹۱ھ میں امور سلطنت سے بیدخل کردی گئی اور اس کے ایک سال بعد ۹۹۲ھ میں اس نے بیجاپور کو چھوڑ دیا۔

اور احمد نگر میں آکر اپنے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ کے پاس مقیم ہوگئی تھی۔ اس کے احمد نگر واپس آنے کی وجہ سے اس کے جہیزی قلعہ شولاپور کی واپسی کا مرتضیٰ نظام شاہ کے وزیر نے مطالبہ کیا تھا اور اس بناء پر دونوں بادشاہوں میں مخالفت ہوگئی تھی۔ ایسی حالت میں ۹۹۴ھ میں چاند بی بی کو "ریجنٹ کوئین" سمجھنا واقعہ کے خلاف اور اسی سال ۹۹۴ھ میں ہیراپور کی مسجد اور اس کی ملحقہ عمارات کی تعمیر اور گنبد کا اس سے منسوب کرنا، صریح غلطی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ زیرِ بحث مسجد، کنواں اور باغ ابراہیم عادل شاہ کی حقیقی والدہ کے تعمیر کرائے ہوئے ہیں۔ تاریخوں میں اس بیگم کا نام بڑی صاحبہ آیا ہے اور مورخین نے اس کا علیاء حضرت والدہ صاحبہ کے لقب سے ذکر کیا ہے۔ یہ بڑی زیرک اور ہوشیار خاتون تھی۔ اُمرائے دربار مہمات سلطنت میں اس سے اکثر مشورہ لیا کرتے تھے۔

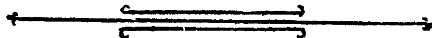
ازوئے درخدمت سلطان ابراہیم درخزانہ عامرہ درآمد صندوق ہائے آلات مرصع کشادہ پارہ زیور و آلات مرصع جہت پیرایہ علیا حضرت بڑی صاحبہ والدہ سلطان ابراہیم و خادمان آنحضرت درطبق نہادہ ہمراہ سلطان در اندرون حرم سرا فرستاد (بساتین السلاطین، صفحہ ۱۶۵)

خدمت گاران و غلامان خاص بادشاہ و دایہ گان کلان و کنیزان خدمت بادشاہ و خدمت علیا حضرت والدہ بادشاہ ہمہ آوردہ

خویش مقرر کرد ۔ (بساتین السلاطین صفحہ ۱۸۹)

پیرزال معتمد سخن فہم بلند ادراک در خدمت مہد علیا حضرت والدہ عادل شاہ فرستاد ۔ (بساتین السلاطین صفحہ ۹۶)

سلطان ابراہیم عادل شاہ کی والدہ کو حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو درازؒ سے بے حد عقیدت تھی ۔ اس لیے اس نے حضرت کے گنبد کے جنوب و مشرقی حصّہ میں از راہِ عقیدت اپنے لیے مقبرہ تعمیر کرایا تھا۔ جو چاند بی بی کے گنبد کے نام سے غلط طور پر مشہور ہو گیا ہے ۔ اور اسی طرح ہیرا پور کی مسجد، کنواں اور باغ بھی اسی نیک بخت خاتون نے بنوائے ہیں ۔



تعلیقات

۱۔ شہزادہ مُراد

شہنشاہ اکبر اعظم کا دوسرا بیٹا۔ سلیمہ بیگم کے بطن سے سنہ ۹۷۸ھ مطابق ۷ر جون ۱۵۷۰ء کو فتح پور سیکری میں تولد ہوا۔ سنہ ۱۰۰۰ھ میں اکبر نے اس کو دکن کی مہم پر خان خاناں کے ساتھ روانہ کیا۔ اس سے چاند بی بی میں سخت معرکے رہے اور اس نے چاند بی بی سے برار لے کر صلح کر لی۔ مے نوشی کا بے حد شایق تھا اور اسی باعث سنہ ۱۰۰۷ھ میں شاہ پور میں مر گیا۔ بعد کو اس کی نعش دہلی لائی گئی۔ ہمایون کے مقبرہ میں دفن کیا گیا۔

۲۔ شہزادہ دانیال

شہنشاہ اکبر کا تیسرا لڑکا راجہ بہاری مل کچھوا کی لڑکی کے بطن سے سنہ ۹۸۰ھ مطابق ۱۰ر دسمبر ۱۵۷۲ء کو بمقام اجمیر پیدا ہوا۔ مشہور درویش حضرت شیخ دانیال کی نسبت سے اس کا نام دانیال رکھا گیا۔ مُراد کے انتقال کے بعد اکبر نے اس کو دکن کی مہم سپرد کی۔ یکم محرم سنہ ۱۰۰۹ھ کو اس نے چاند بی بی کو شکست دے کر قلعہ احمد نگر فتح کیا۔ اسے بھی مُراد کی طرح مے نوشی کی عادت تھی جس سے اس کی صحت خراب ہو گئی۔۔ اور بالآخر یکم ذی الحجہ سنہ ۱۰۱۳ھ مطابق سنہ ۱۶۰۴ء کو ۳۳ سال کی عمر میں برہان پور

میں مرگیا۔ جواں سال فرزند کی بے وقت موت سے اکبر بے حد متاثر ہوا اور اس جانکاہ صدمہ کی تاب نہ لاکر سال کے اندر اندر ۱۰۱۴ھ مطابق ۱۶۰۵ء میں اس نے بھی رحلت کی۔

۳۔ عبدالرحیم خانخاناں۔

شہنشاہ اکبر کا نامور وزیر اعظم مشہور مدبر بیرم خاں کا لڑکا۔ ۱۴ صفر ۹۶۴ھ مطابق ۱۵۵۶ء کو پیدا ہوا۔ قرا قو ینلو خاندان کے زبردست بادشاہ امیر قرا یوسف کی اولاد سے تھا۔ اسی خاندان کے چشم و چراغ چاند بی بی کی ماں خونزہ ہمایوں اور سلطنت قطب شاہیہ کے بانی سلطان قلی قطب الملک بھی تھے۔ خانخاناں جب چار سال کا تھا تو اس وقت اس کا باپ بیرم خاں قتل کر دیا گیا سن تمیز کو پہنچنے کے بعد اس کو اکبر نے اپنے یہاں ملازمت دی اور تھوڑے ہی عرصہ میں یہ بادشاہ کا منظورِ نظر ہو گیا۔ خانخاناں نے بہت سے کارہائے نمایاں انجام دیئے، جن میں گجرات کی مہم خاص طور پر مشہور ہے۔ اور اس میں خانخاناں نے بڑا نام پیدا کیا۔ راجہ ٹوڈرمل کے بعد یہ ہندوستان کا وزیرِ اعظم مقرر ہوا۔ سنسکرت اور برج بھاشا کا عالم تھا۔ برج بھاشا میں اس نے دوہے بھی کہے ہیں جو زبان زد خاص و عام ہیں۔ توزک بابری کا فارسی مترجم بھی یہی ہے۔ جہانگیر کے عہد میں بھی اس نے شہنشاہ کی برسوں نیابت کی۔ ۱۰۳۶ھ میں اس کا دہلی میں انتقال ہوا۔ اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الہٰی کے مزار سے قریب دہلی میں اس کا مقبرہ اب تک موجود ہے۔ شہزادہ دانیال کو ۱۰۰۸ھ میں اس نے اپنی دختر جانی بیگم بیاہ دی۔ یہ اہلِ علم کا بڑا قدردان تھا۔

مشہور مصنف عبدالباقی نہاوندی اس کے اہل دربار سے تھا۔ جس نے اس کی مبسوط و مفصل سوانح عمری مآثر رحیمی کے نام سے ۱۰۲۵ھ میں لکھی ہے۔ اور بنگال ایشیاٹک سوسائٹی نے ایسے کمال صحت اور خاص اہتمام سے ۱۹۳۱-۲۴ء میں شایع کیا ہے۔

۴- علی بن عزیز اللہ طباطبائی

برہان مآثر کا مصنف ہے اس میں سلاطین بہمنیہ اور خاندان نظام شاہیہ کی تاریخ ہے۔ عزیز اللہ گیلان کا رہنے والا تھا۔ شاہ طاہر کے ایما سے برہان نظام شاہ اول کے زمانہ میں احمد نگر آیا۔ اس کا بیٹا مُلّا علی مرتضیٰ نظام شاہ اول کے ندیمانِ خاص سے تھا۔ اس نے اپنی تاریخ ۹۹۹ھ میں لکھی۔ یہ کتاب بہت کمیاب تھی۔ اس کے مخطوطے صرف آکسفورڈ اور کیمبرج کے کتب خانوں میں محفوظ تھے۔ ۱۹۳۶ء میں حیدرآباد کی مجلس مخطوطات تاریخی نے اسے نہایت اہتمام سے چھپوا کر شایع کیا ہے۔

برہان مآثر تین طبقوں پر مشتمل ہے۔ پہلے طبقہ میں سلاطین گلبرگہ کے حالات ہیں دوسرا طبقہ اس کا تکملہ ہے۔ جسمیں ان سلاطین بہمنیہ کا تذکرہ ہے جو بیدر میں برسرِ اقتدار رہے ہیں۔ تیسرے طبقہ میں احمد نگر کے نظام شاہی بادشاہوں کی تاریخ ہے۔

سلاطین بہمنیہ والے حصّہ کو میجر کنگ نے انگریزی میں ترجمہ کرکے مجلّہ عتایق ہند میں شایع کیا ہے۔ نظام شاہی بادشاہوں کے واقعات سر ولزلی ہیگ نے ترجمہ کیے ہیں۔ اور یہ بھی ۱۹۲۰ء کے مجلہ عتایق ہند میں طبع کرائے ہیں۔

سوانح چاند بی بی کے صفحہ ۳ کے حاشیہ میں ہم نے برہانِ مآثر کا سنہ تالیف ۱۰۰۰ھ لکھا ہے جو سہو پر مبنی ہے۔ کیونکہ برہانِ مآثر خود تاریخی نام ہے جس سے ۹۹۹ھ برآمد ہوتے ہیں۔

۵۔ رفیع الدین شیرازی

شیراز کا رہنے والا۔ ۹۶۷ھ میں ایران سے ہندوستان آیا۔ اور سلطان علی عادل شاہ اول کے زمانہ میں خان سالار کی خدمت پر مامور ہوا۔ اور ۹۷۱ھ میں تالیکوٹہ کی لڑائی میں شریک تھا۔ ابراہیم عادل شاہ کے عہد میں بیجاپور کا حاکم اور سلطان محمد عادل شاہ کا اُستاد تھا۔ ۱۰۰۵ھ کے اواخر میں ابراہیم عادل شاہ کی جانب سے سفیر ہو کر احمد نگر گیا اور تقریباً چودہ ماہ وہاں مقیم رہا۔ واپسی کے بعد ابراہیم عادل شاہ نے اسے دارالضرب کا مہتمم بنا دیا۔ ۱۰۱۷ھ میں اس نے اپنی کتاب تذکرۃ الملوک لکھنا شروع کی اور تین سال کے عرصہ میں ۱۰۲۰ھ میں اسے اختتام کو پہنچایا۔ یہ کتاب نو ابواب پر منقسم ہے۔ پہلے باب میں شاہانِ بہمنیہ کے حالات ہیں۔ بقیہ آٹھ ابواب میں عادل شاہی سلاطین کے واقعات ہیں اور یہ شہزادہ پرویز کے حملہ اسیر گڈھ پر ختم ہوتی ہے۔

میجر کنگ نے برہان مآثر کے ساتھ تذکرۃ الملوک کے باب اول کا بھی ترجمہ کیا جو مجلہ عتائق ہند میں شایع ہوا ہے۔

۶۔ مصطفےٰ خاں اردستانی

ایران کا باشندہ۔ نام سید کمال الدین حسین ہے۔ کسی باعث ترک وطن کر کے ہندوستان چلا آیا اور دکن میں آکر شاہانِ قطب شاہیہ کا متوسل ہو گیا اور بالکل قلیل مدت میں اسے بادشاہ نے وزارتِ عظمیٰ کی جلیل القدر خدمت

دے دی اس دوران میں اس نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے اس سے دکن کی تمام عمومی تاریخیں لبریز ہیں ۹۶۶ھ میں یہ ابراہیم قطب شاہ کے ہمراہ احمد نگر گیا۔ کیونکہ ابراہیم قطب شاہ۔ علی عادل شاہ کی مدد کے لیے احمد نگر آیا تھا۔ یہاں اس نے قطب شاہ کی جانب سے کئی مرتبہ رام راج اور علی عادل شاہ سے ملاقات کی۔ اس معرکہ میں رام راج (بیجا نگر میں) علی عادل شاہ کی اعانت کی خاطر احمد نگر میں ٹھہرا ہوا تھا (غالباً) ۹۶۷ھ میں جب گولکنڈہ میں نایاک واڑیوں نے بغاوت کی تو بادشاہ نے مصطفےٰ خاں کو ان کی مدافعت کے لیے منتخب کیا۔ مصطفےٰ خاں نے کمال دانشمندی سے ان کا ایسا استیصال کیا کہ بادشاہ خوش ہوگیا۔ اسی نے شہر اور قلعۂ گولکنڈہ کی فصیل ۹۶۷ھ میں بیس لاکھ روپے کے صرفے سے اپنی نگرانی میں بنوائی تھی۔ چنانچہ گولکنڈہ میں اس کے نام کا ایک کتبہ اب تک موجود ہے۔ ۹۷۱ھ میں یہ علی عادل شاہ کے ایما اور ابراہیم قطب شاہ کی جانب سے سفیر ہو کر احمد نگر گیا اور علی عادل شاہ اور حسین نظام شاہ میں مصالحت کرادی۔ اور ساتھ ہی ساتھ چاند بی بی کی شادی کا معاملہ بھی طے کرادیا قطب شاہ نے تالیکوٹہ کی لڑائی کے بعد بیجانگر کے چند قلعوں کی کنجیاں اس کے سپرد کیں لیکن اس نے ابراہیم کے بلا استمزاج انہیں کشور خاں (طرفدار بیجاپور) کے حوالے کردیا۔ یہ بات ابراہیم کو ناگوار گزری۔ مصطفےٰ خاں بھی بعض وجوہات کے باعث ابراہیم سے ناراض تھا۔ اس موقع پر اس نے بادشاہ سے مکہ جانے کی اجازت چاہی۔ بادشاہ نے اجازت دیدی۔ یہ مکہ کے بہانے سے سیدھا گلبرگہ چلا گیا۔ جب گلبرگہ

آیا تو اس وقت اس کے پاس اس قدر مال و اسباب تھا کہ اُسے تقریباً آٹھ ہزار بیل اور بارہ ہزار پیادے بار کر کے لائے تھے۔ علی عادل شاہ نے اسے بائیس ہزار سوار دیکر اپنے پاس رکھ لیا۔ اس کے پاس ایک سو اسی جہاز تھے جن کی بحر ہند میں عرب سے بنگالہ تک آمد ورفت رہا کرتی تھی۔ شاہ طہماسپ صفوی والی ایران سلطان سلیمان فرماں روائے روم جلال الدین اکبر شہنشاہ ہندوستان سے اس کے دوستانہ تعلقات تھے۔ اور یہ اُن کے یہاں تحفہ وتحائف روانہ کیا کرتا تھا اور وہاں سے خلعتیں ملا کرتی تھیں۔ اس کے کچھ واقعات اصل کتاب میں آگئے ہیں۔ ۹۸۰ھ میں کشور خاں کے اشارے سے اخلاص خاں نے اُسے نواح بنکاپور میں قتل کر ڈالا۔

۷۔ کشور خاں بیجاپور کے امرائے عظام سے تھا۔ ۹۷۱ھ میں عادل شاہ اور رام راج میں جب کشیدگی بڑھ گئی تو اس وقت یہ بادشاہ کا معتمد علیہ تھا۔ اسی کی رائے اور مشورے سے چاند بی بی کی شادی علی عادل شاہ سے ہوئی تھی۔ تالیکوٹہ کی عظیم الشان لڑائی میں بھی یہ شریک تھا اس جنگ میں اس نے خوب کارہائے نمایاں انجام دیے۔ ۹۷۳ھ میں عادل شاہ نے جب بیجاپور کے مستحکم کرنے کا ارادہ کیا تو یہ کام اسی کے سپرد کیا۔ تین سال کی قلیل مدت میں اس نے قلعہ کی دیوار اور بعض ضروری عمارات تعمیر کرائے۔ بعد کو علی عادل شاہ نے اسے نلگنڈہ اور ترنامل کی تسخیر کے لیے روانہ کیا لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے نظام شاہ اور قطب شاہ نے اپنی امدادی فوجیں بھیجیں جس کے باعث اسے بے نیل ومرام واپس ہونا پڑا۔ ۹۷۵ھ میں

بادشاہ نے اس کو اسد خاں کے منصب و مراتب سے سرفراز کیا۔
کشور خاں ۹۸۰ھ میں مصطفیٰ خاں کے ایک جاں نثار کے ہاتھ سے مارا گیا۔

۸۔ سہیل خاں شاہان بیجاپور کے امرائے کبار سے تھا۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے زمانے میں سپہ سالاری کی خدمت پر مامور تھا اس کے محاربات مورخ فرشتہ، رفیع الدین شیرازی، ابراہیم زبیری اور تاریخ قطب شاہی کے مصنف نے تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ ابراہیم نے کئی مرتبہ اس کو امیر لشکر بنا کر مغلوں کی مدافعت کے لیے روانہ کیا ان معرکوں میں اس نے خوب ناموری حاصل کی۔ ۱۰۰۵ھ میں گوداوری کے قریب مغلوں سے اس کی ایک عظیم الشان جنگ ہوئی جس میں اس نے مغلوں کے دانت کھٹے کر دیے۔ عادل شاہ نے شاہ درک اسے جاگیر میں دے دیا تھا۔

۱۰۰۵ھ کے اخیر میں رفیع الدین شیرازی ابراہیم عادل شاہ کے حکم سے سہیل خاں سے ملنے کے لیے شاہ درک گیا۔ رفیع الدین اس کے حالات میں لکھتا ہے کہ :۔

اس کا دربار شاہی دربار سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

۱۔ احمد نگر کے نظام شاہی سلاطین

۱۔ سنہ ۸۹۱ھ احمد نظام الملک
۲۔ سنہ ۹۱۴ھ برہان نظام شاہ اول
۳۔ سنہ ۹۶۱ھ حسین نظام شاہ اول
۴۔ سنہ ۹۷۲ھ مرتضیٰ نظام شاہ اول
۵۔ سنہ ۹۹۶ھ میران حسین نظام شاہ
۶۔ سنہ ۹۹۷ھ اسمٰعیل نظام شاہ
۷۔ سنہ ۹۹۹ھ برہان نظام شاہ دوم
۸۔ سنہ ۱۰۰۳ھ ابراہیم نظام شاہ
۹۔ سنہ ۱۰۰۴ھ احمد بن شاہ طاہر
۱۰۔ سنہ ۱۰۰۴ھ بہادر نظام شاہ
۱۱۔ سنہ ۱۰۰۹ھ مرتضیٰ نظام شاہ دوم
۱۲۔ سنہ ۱۰۳۵ھ برہان نظام شاہ سوم
۱۳۔ سنہ ۱۰۴۰ھ حسین نظام شاہ دوم
۱۴۔ سنہ ۱۰۴۲ھ مرتضیٰ نظام شاہ سوم

۲۔ بیجاپور کے عادل شاہی سلاطین

۱۔ سنہ ۸۹۵ھ یوسف عادل شاہ
۲۔ سنہ ۹۱۶ھ اسمٰعیل عادل شاہ
۳۔ سنہ ۹۴۱ھ ملو عادل شاہ
۴۔ سنہ ۹۴۱ھ ابراہیم عادل شاہ اول
۵۔ سنہ ۹۶۵ھ علی عادل شاہ اول
۶۔ سنہ ۹۸۸ھ ابراہیم عادل شاہ دوم
۷۔ سنہ ۱۰۳۷ھ محمد عادل شاہ
۸۔ سنہ ۱۰۶۷ھ علی عادل شاہ دوم
۹۔ سنہ ۱۰۸۳ھ سکندر عادل شاہ
سنہ ۱۰۹۷ھ شہنشاہ عالمگیر کا قبضہ

۳۔ گولکنڈہ کے قطب شاہی سلاطین

۱۔ سنہ ۹۲۴ھ سلطان قلی قطب الملک
۲۔ سنہ ۹۵۰ھ جمشید قلی
۳۔ سنہ ۹۵۷ھ سبحان قلی
۴۔ سنہ ۹۵۷ھ ابراہیم قلی
۵۔ سنہ ۹۸۸ھ محمد قلی
۶۔ سنہ ۱۰۲۰ھ محمد قطب شاہ
۷۔ سنہ ۱۰۳۵ھ عبداللہ قطب شاہ
۸۔ سنہ ۱۰۸۳ھ ابوالحسن تانا شاہ
سنہ ۱۰۹۸ھ شہنشاہ عالمگیر نے فتح کر لیا

۴۔ بیدر کے برید شاہی سلاطین

۱۔ سنہ ۸۹۵ھ قاسم برید اول
۲۔ سنہ ۹۱۰ھ امیر برید اول

۳- سنہ ۹۴۹ھ علی برید
۴- سنہ ۹۸۷ھ ابراہیم برید
۵- سنہ ۹۹۴ھ قاسم برید دوم
۶- سنہ ۹۹۸ھ علی برید دوم
۷- سنہ ۱۰۱۰ھ امیر برید دوم
سنہ ۱۰۱۸ھ خاتمہ

۵- برار کے عماد شاہی سلاطین

۱- سنہ ۸۷۶ھ فتح اللہ عماد الملک
۲- سنہ ۹۱۶ھ علاء الدین عماد شاہ
۳- سنہ ۹۳۷ھ دریا عماد شاہ
۴- سنہ ۹۶۹ھ برہان عماد شاہ
۵- سنہ ۹۶۹ھ تفال خاں
سنہ ۹۸۳ھ شمول در سلطنت نظام شاہیہ

۶- خاندیس کے فاروقی سلاطین

۱- سنہ ۷۷۲ھ ملک راجہ
۲- سنہ ۸۰۱ھ نصیر خاں
۳- سنہ ۸۴۱ھ میراں عادل خاں اول
۴- سنہ ۸۴۴ھ مبارک خاں
۵- سنہ ۸۶۱ھ میراں عینا الملقب بعادل خاں
۶- سنہ ۸۹۷ھ داؤد خاں
۷- سنہ ۹۱۴ھ غزنین خاں
۸- سنہ ۹۱۴ھ عادل خاں ہمایون
۹- سنہ ۹۲۶ھ میراں محمد شاہ
۱۰- سنہ ۹۴۲ھ میراں مبارک
۱۱- سنہ ۹۷۴ھ میراں محمد شاہ دوم
۱۲- سنہ ۹۸۴ھ راجہ علی خاں
۱۳- سنہ ۱۰۰۵ھ بہادر خاں
سنہ ۱۰۰۹ھ شہنشاہ اکبر نے فتح کرلیا۔

مغل شہنشاہ

۱- سنہ ۹۳۲ھ ظہیر الدین بابر
۲- سنہ ۹۳۷ھ نصیر الدین ہمایون
۳- سنہ ۹۶۳ھ جلال الدین اکبر
۴- سنہ ۱۰۱۴ھ نور الدین جہانگیر
سنہ ۱۰۳۹ھ داور بخش
۵- سنہ ۱۰۳۷ھ شہاب الدین شاہجہاں
سنہ ۱۰۶۸ھ مراد بخش
سنہ ۱۰۶۸ھ شاہ شجاع
۶- سنہ ۱۰۶۸ھ محی الدین اورنگ زیب

کتابیات

نمبر	کتاب	مصنف	مقام	سنہ
۱-	طبقات اکبری	خواجہ نظام الدین احمد بخشی	لکھنؤ	سنہ ۱۸۷۵ء
۲-	منتخب التواریخ	ملا عبد القادر بدایونی	"	سنہ ۱۸۶۵ء
۳-	تاریخ فرشتہ	حکیم محمد قاسم فرشتہ	"	سنہ ۱۸۶۴ء
۴-	مآثر رحیمی	عبد الباقی نہاوندی	کلکتہ	سنہ ۱۹۲۴ء
۵-	منتخب اللباب جلد سوم	محمد ہاشم خافی خاں	"	سنہ ۱۹۲۵ء
۶-	ہفت اقلیم	امین احمد رازی	"	سنہ ۱۹۱۵ء
۷-	برہان مآثر	علی بن عزیز اللہ طباطبائی	دہلی	سنہ ۱۹۳۶ء
۸-	تذکرۃ الملوک	رفیع الدین شیرازی	مخطوطہ	
۹-	بساطین السلاطین	محمد ابراہیم زبیری	حیدرآباد	سنہ ۱۳۰۷ھ
۱۰-	تاریخ قطب شاہی		مخطوطہ	
۱۱-	حدیقۃ العالم	نواب میر عالم موسوی	حیدرآباد	سنہ ۱۳۳۰ھ
۱۲-	روضۃ الصفا	میر خوند بن خاوند شاہ	بمبئی	سنہ ۱۲۹۱ھ
۱۳-	حبیب السیر	میر غیاث الدین خوند میر	"	سنہ ۱۲۷۳ھ
۱۴-	عالم آرائے عباسی	مرزا اسکندر منشی	"	سنہ ۱۳۱۴ھ
۱۵-	نجوم السماء	محمد بن صادق بن مہدی	لکھنؤ	سنہ ۱۲۵۶ھ
۱۶-	سوانح دکن	منعم خاں ہمدانی	مخطوطہ	
۱۷-	تاریخ شہابی	قاضی شہاب الدین احمد نگری	"	

۱۸-	گلدستہ بیجاپور (اردو ترجمہ)	میر احمد علی خاں	مخطوطہ	
۱۹-	جامع العلوم	قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول	حیدرآباد	سنہ ۱۳۳۱ھ
۲۰-	مژدہ احمدنگر	شیخ اسمٰعیل	مطبوعہ	
۲۱-	تاریخ احمدنگر	کرم علی	مخطوطہ	
۲۲-	تاریخ دکن مملکت آصفیہ		مفید عام آگرہ	سنہ ۱۹۰۰ء
۲۳-	دربار آصف	غلام صمدانی گوھر	حیدرآباد	
۲۴-	واقعات مملکت بیجاپور	بشیرالدین احمد دہلوی	شمسی پریس آگرہ	سنہ ۱۹۱۵ء
۲۵-	خواتین اسلام کی بہادری	سید سلیمان ندوی	اعظم گڈھ	سنہ ۱۳۴۱ھ
۲۶-	تاریخ ہندستان (اردو ترجمہ)	الفنسٹن	علیگڈھ	سنہ ۱۸۶۶ء
۲۷-	تاریخ دکن	گریبل	لندن	سنہ ۱۸۹۶ء
۲۸-	تاریخ ہندستان (اردو ترجمہ)	لتھبرج	لاہور	سنہ ۱۹۰۷ء
۲۹-	تاریخ ہندستان (جلد پنجم)	منشی ذکاء اللہ	دہلی	سنہ ۱۸۹۷ء
۳۰-	اورینٹل بیاگرفیکل ڈکشنری	بیل	لندن	سنہ ۱۸۹۴ء
۳۱-	امپریل گزیٹیر		”	سنہ ۱۹۱۲ء
۳۲-	ڈسکرپٹو ہسٹاریکل اسکیچ	نواب عماد الملک	مطبوعہ	
۳۳-	انسائیکلوپیڈیا آف اسلام			
۳۴-	تقدمات ہندستان		صفحہ ۶۶	سنہ ۱۹۲۰ء
۳۵-	مجلہ کتبات اسلامیہ ہند		کلکتہ	سنہ ۱۹۰۷ء
۳۶-	قاموس المشاہیر	نظامی بدایونی	بدایون	سنہ ۱۹۲۴ء
۳۷-	قاموس الاعلام	حکیم سید شمس اللہ قادری	مخطوطہ	
۳۸-	آثار السلف	نواب فرامرز جنگ	گلبرگہ	سنہ ۱۹۰۳ء

اشاریہ

OPINIONS ON QAMUSUL--ALAM

The Right Hon'ble Sir Tej Bahadur Sapru, K. C. S. I., M. A., LL. D., D. C. L., Bar-at-Law.

I have much pleasure in stating that I have looked into the first numebr of *Qamusul-Alam* by Hakim Sayyid Shams-ullah Qadri of Hyderabad Deccan and I have been much impressed with the thoroughness of research and the pains which Hakim Shams-ullah has obviously taken. Hakim Shams-ullah Qadri is a noted scholar of Urdu whose reputation has travelled beyond Hyderabad-Deccan. His labours desrve, in my opinion, encouragement and appreciation.

Sir S. M. Sulaman, M.A., LL.D., Bar-at-Law.

Moulvi Sayyid Shams-ullah Qadri is engaged on the preparation of a gigantic work The *Qamusul-Alam,* which will envolve an enormous amount of labour and hard-work as well as an intelligent selection of important names and particulars. The work is of a stupendous character, and he deserves to be congratulated on such an under-taking. I wish him success in his enterprise.

Khan Bahadur Shaik Abdul Kadir, M.A., I. E. S. (Retd.)

Judging from the first part the *Qamusul-Alam* promises to prove when completed an indispensable work of reference to all advanced students and research scholars of Muslim History, Geography and Biography, especially pertaining to Urdu Literature and Muslim Culture in India. At present scholars are compelled to consult such works as De Slane's *Ibn Khallikan.* Blochmann's *Ain i Akbari,* D'Herbelot's *Bibliotheque Orientale*, Beale's *Oriental Biographical Dictionary,* De Tassy's Works and *The Encyclopaedia of Islam,* but besides being in foreign languages, these works are neither easily accessible to, nor conveniently purchasable by Indian scholars. Moreover they are not so generally useful for Indian Muslim Literature and History as the *Qamus*. An Urdu work of the type of the *Qamus* was a long felt want, which Hakim Sayyid Shams-ullah Qadri has boldly come forward to supply, and that too single-handed. His is a prodigious task, and it fully deserves every kind of public and private encouragement and support. I have compared some of the Notices given therein with those in Beale's *Dictionary* recently translated into Urdu under the title of *Qamusul-Mashahir*, about a thousand mistakes and misprints of which have already been pointed out by the Hakim's erudite eldest son Sayyid Ahmad-ullah Qadri, and I have not the least hesitation in saying that the *Qamusul-Alam*, is for more accurate, far more comprehensive, and far more instructive. I have no doubt that his unique work will meet with wide approbation not only in the East but also in the West.

Nawab Lutf ud-Dawlah Memorial Series

Published

1. *Shajarah i Asafiyah*, by Nawab Muazzam ul-Mulk Muazzam ud-Dawlah M. Badar ud-Din Khan Bahadur,
2. *Chand Bibi*, by Sayyid Ahmad-Ullah Qadri, in English
3. *Nawab Sayyid Lashkar Khan*, The First Diwan of Nawab Asafjah, by Hakim Sayyid Shams-ullah Qadri.
4. *Chand Bibi*, by Sayyid Ahmad-ullah Qadri, in Urdu.
5. *Nawab Abul Khair Khan*, the Founder of the Noble family of Paigah.
6. *Nawab Abul Fatah Khan*, The First Amir of Paigah.

Under Preparation

1. *Timur*, by Nawab Jiwan Yar Jung Bahadur in English.
2. *Timur*, by Nawab Jiwan Yar Jung Bahadur in Urdu.
3. *The Origin of Paigah*, by Hakim Sayyid Shams-ullah Qadri.
4. *Barar, Past and Present*, by Hakim Sayyid Shams-ullah Qadri.
5. *Tadhkirat ul-Muluk*, History of Bijapur by Rafi'uddin Shirazi.
6. *Sawanih Dakkan*, by Muni'm Khan Hamadani.
7. *Tadhkirat ul-Balad wal-Hukkam*, by Sayyid Husain Ali Kirmani.
8. *The Qamusul-Alam*, A Dictionary of Oriental Biography, Geography and History, by Hakim Sayyid Shams-ullah Qadri.

بعد از وفات تربت ما در زمین مجو
درسینه هاے مردم عارف مزار ماست

THIS SERIES IS ISSUED IN MEMORY OF

The Late Nawab Lutf ud-Dawlah Muhammad Lutf ud-Din Khan Bahadur Latafat Jung

(Born 16th July, 1883, Died 31st March, 1937, A.D.)

The object in view is to record our feeling of gratitude for the kindly interest he took throughout his life in promoting the cause of literature and arts.

He was a prominent noble-man, the owner of an extensive estate, and a member of the Executive Council of H.E.H. the Nizam's Government.

Nawab Lutf ud-Dawlah Bahadur was the son of Nawab Shams ul-Mulk Shams ud-Dawlah Muhammad Hafiz ud-Din Khan Bahadur Zafar Jung and the grand son of Amir i Kabir Shams ul-Umara Nawab Sir Khurshid Jah Muhammad Muhi-ud-Din Khan Bahadur Tegh Jung, K.C.I.E., to whom the Princess Husain un-Nisa Begam, the eldest daughter of Asaf Jah V Nawab Afzal ud-Dawlah Bahadur, had been married. It was to her that Nawab Lutf ud-Dawlah's father was born.

In the month of December, 1936, Nawab Lutf ud-Dawlah Bahadur proceeded to Vienna to undergo medical treatment, and while on his way back to Hyderabad, he died on board the Ship 'Viceroy of India' near Adan and was buried in his family grave-yard at Hyderabad.

Nawab Lutf ud-Dawlah Oriental Research Institute

Nawab Lutf ud-Dawlah Memorial Series, No. 4

Memoirs

OF

CHAND BIBI

The Princess of Ahmadnagar

BY

SAYYID AHMAD-ULLAH QADRI

WITH

Avant-Propos

BY

M. EDMOND GAUDART
Gouverneur des Colonies en retraite
President
de la Société de L'Histoire de L'Inde Francaise

Tarikh Office, HYDERABAD-DECCAN

FOREIGN AGENTS
Luzac & Co., 46 Great Russell Street
London, W. C. 1.

Nawab Lutf ud-Dawlah Memorial Series, No. 4

Memoirs

OF

CHAND BIBI

The Princess of Ahmadnagar

BY

SAYYID AHMAD-ULLAH QADRI

WITH

Avant-Propos

BY

M. EDMOND GAUDART
Gouverneur des Colonies en retraite

President
de la Sociéte de L'Histoire de L'Inde Francaise

Tarikh Office, HYDERABAD-DECCAN

FOREIGN AGENTS
Luzac & Co., 46 Great Russell Street
London, W. C. 1.